پردے کے پار
مصنفہ: سویرا عارو معل

پردے کے پار

سویرا عارف مغل

فہرست

مسلمانوں پر مظالم.. 8
جذباتی ہونا کیسے خطرہ ہے؟ 11
زخمی کبوتر 14
عورت 16
تعلیم یافتہ یا ناخواندہ 19
اللہ کے فیصلے 23
کروناوائرس کے تعلیم پر اثرات 24
صبر: آزمائش یا عذاب؟ 28
عزت نفس 32
کرونا اور لاک ڈاؤن 35
کرونا اور مسلمان 38
جلد بازی کا نقصان 41
خاموشی 45

تکلیف دہ عمل 47
درد 49
قناعت 51
حق کا راستہ 53
پیاری باتیں 54
دوست 56
فیصلے 57
چیزیں اچھی یا بری نہیں ہوتیں 58
دل بہت قیمتی ہوتا ہے 59
صبر و تحمل 61
حوا کی بیٹی 64
آپ بنتِ حوا ہیں؟ 67
صبر کی طاقت 70
یومِ دفاع 73
ہر مشکل کے بعد آسانی ہے 75

دامن اگر تر ہو 77
احسان 78
سوشل میڈیا کے فائدے اور نقصانات 82
سزا ہمیشہ لڑکی کو ہی کیوں ملے؟ 87
فریب 91
چند الفاظ رائٹرز کے نام 94
سکون 96
معافی 100
دامن اگر تر ہو 104
احسان 105
پردہ 109
تلاش 111
مقابلے بازی 115
زندگی کے رنگ 119
حرفِ آخر 123

پیشِ لفظ

کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں ہم بار بار سنبھالتے ہیں اور وہ بار بار کھو جاتی ہیں اور کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو بار بار کھونے کے بعد بھی ہمیں ہر بار واپس مل جاتی ہیں۔ اس کتاب کا اور میرا بھی کچھ ایسا ہی رشتہ ہے۔ میں نے اس کو لکھتے ہوئے بہت سے تکلیفیں تو اٹھائی ہی تھیں مگر اسے جمع کرنا تو ایسے جیسے دنیا کا سب سے مشکل کام ہو۔ میں اللہ کی ہزاروں بار شکر گزار ہوں کہ اس نے اس کتاب کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں میری بار بار مدد کی۔ یہ کتاب میری زندگی کا ایک بہت بڑا سبق بھی ہے کیونکہ اس نے مجھے سکھایا کہ ہم اپنی چیزیں سب سے زیادہ بہترین انداز میں صرف خود ہی سنبھال سکتے ہیں۔ پردے کے پار سے ہی میں نے جانا کہ زندگی میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو ہمیں غلط انداز میں بتائی جاتی ہیں جبکہ حقیقت کچھ اور ہی ہوتی ہے۔ مجھے وہ لوگ پسند ہیں جو پردے کے پار سے بھی سوچنے کی ہمت رکھتے ہیں۔ یہ زندگی فقط آسانی کا نام ہے ہی نہیں، یہاں قدم قدم پر الجھنیں ہیں۔ سو ہمیں ہر پہلو سے سوچنے کی جراءت

رکھنی چاہیے، چاہے پھر وہ سوال ہماری ذات کو ہی جھنجھوڑنے والا ہی کیوں نہ ہو۔ میرا ان لوگوں کو سلام ہے جو پردے کے پار سے سوچنے کی ہمت رکھتے ہیں۔ والسلام

سویرا عارف مغل

مسلمانوں پر مظالم

مسلمان ازل سے ہی غیر مسلموں کے مظالم کا نشانہ بنتے رہے ہیں۔ غیر مسلم نہ صرف مسلمانوں کو ان کی عبادت گاہوں، گھروں اور دفاتر میں تنگ کرتے ہیں بلکہ جب بھی انہیں کسی کامیابی کی جانب گامزن ہوتا دیکھتے ہیں، حسد کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں۔ غیر مسلم اپنے عزائم کو استعمال کرتے ہوئے ہمیشہ مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کی سازشوں میں مصروف رہتے ہیں تاکہ انہیں کسی نہ کسی طرح رنج میں مبتلا کر سکیں اور ان کو ان کی عبادات کی ادائیگی سے باز رکھ سکیں۔ کبھی دہشت گردوں سے حملے کروائے جاتے ہیں تو کبھی جاسوسی کے ذریعے مسلمانوں کو تکلیف پہنچائی جاتی ہے۔ چند سال قبل آرمی پبلک سکول کو نشانہ بنایا گیا جہاں معصوم بچوں اور بچیوں کو تعلیم سے محروم رکھنے کے لیے دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا۔ کوئی ایسا لمحہ نہیں گزرا جب مسلمانوں پر مظالم نہ ڈھائے گئے ہوں۔ پاکستان کو بھارت کشمیر کے بارڈر پر ظلم کا نشانہ بناتا رہتا

ہے۔ آج کل فلسطینی مظلوموں پر مظالم عروج پر ہیں، وہاں روزانہ کی تعداد میں کئی دھماکے ہوتے ہیں تاکہ مسلمانوں کو ان کی عبادت گاہ یعنی قبلہ اول، القدس، سے محروم رکھا جائے۔ بھارت ،اسرائیل، یورپ، امریکہ، غرض ہر جگہ مسلمانوں کے ساتھ ناانصافی کی جاتی رہی ہے اور آج بھی کی جا رہی ہے۔ فرانس میں ہماری معزز کتاب، جو ہمارے پیارے نبی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی، کی بے حرمتی کی گئی، لیکن وہاں ایک دلیر نوجوان نے جرات کا مظاہرہ کیا اور ان کی گستاخانہ کوشش کو ناکام بنایا۔ کشمیر میں لوگ گھروں سے نکلنے سے ڈرتے ہیں کیونکہ بھارتی افواج گلیوں میں گشت کرتی ہے تاکہ کسی کشمیری کو دیکھتے ہی گرفتار کیا جا سکے۔ فلسطینی عوام کا حال بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ وہ بھی گھروں سے نکلنے سے ڈرتے ہیں۔ آج ایک مسلمان اتنا بے بس کیوں ہے؟ اور کب تک ایسا ہی رہے گا؟ مسلمان دفاتر نہیں جا سکتے، عیدیں اور راتیں سڑکوں پر گزرتی ہیں، بے روزگاری کا عالم ہے، بے گھر ہیں، کئی کئی دنوں سے کچھ نہیں کھایا ،سونے کو تکیہ نہیں ہے، رہنے کو چھت نہیں ہے۔ کیا یہ

انسانیت ہے؟ مسلمانوں سے ان کے پیارے چھین لیے جاتے ہیں، بہنوں سے بھائی، ماؤں سے بچے، بیٹیوں سے مائیں، بھائیوں سے بہنیں۔ ایسے دہشت گردی کر کے مسلمانوں کا قتل عام کیا جاتا ہے۔ ہمیں ایسی ایسی ناانصافیوں کا سامنا ہے۔ مگر ایک بات جو یاد رکھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ نہ صرف اسرائیلی بلکہ ہر وہ قوم جو دوسری مظلوم قوموں پر ظلم ڈھاتی ہے وہ آج نہیں تو کل اس کا حساب ضرور ادا کرے گی کیونکہ یہ دنیا مکافات عمل ہے۔ یہاں ہم جو سلوک جس کے ساتھ کرتے ہیں وہ پلٹ کر ہمارے پاس کسی نہ کسی صورت میں ضرور آتا ہے۔

جذباتی ہونا کیسے خطرہ ہے؟

جذباتی انسان دراصل کسی کا کچھ نہیں بگاڑتا، بس اپنے لیے مسئلے کھڑے کرلیتا ہے۔ ایسے شخص کی بھلے ہی کوئی بری نیت نہ ہو، مگر وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ طریقے سے اپنے آپ کو زیادہ مصیبت میں ڈال دیتا ہے۔ کیونکہ جذباتی انسان دوسروں کے ساتھ تو صرف اپنے تعلقات خراب کرے گا، مگر خود دن رات اذیت سے گزرتا ہے۔ اس کے فیصلے جوش اور غصے میں کیے گئے ہوتے ہیں، بھلے ہی اس کی نیت ٹھیک ہو مگر پچھتاوا اس کا مقدر بن جاتا ہے۔ غصہ کرنے والا یا جذباتی انسان کبھی کسی کا کچھ نہیں بگاڑتا نہ کسی کو نقصان پہنچاتا ہے۔ جو اس کے دل میں ہوتا ہے وہ منہ پر بیان کر دیتا ہے۔ بغض نہیں رکھتا، مگر ایسا سادہ ہونا بھی اس کے لیے کسی عذاب سے کم نہیں ہوتا۔ اپنی ذات کے لیے اذیت الگ ہوتی ہے کہ لوگوں نے میرے ساتھ کیا کیا؟ یہ باتیں اسے پل پل ڈستی ہیں اور اس کا سیدھا اور بھولاپن بھی اس کے اپنے ہی نقصان کا موجب بنتا ہے۔ کیونکہ اب زمانہ وہ نہیں رہا! اب لوگ بس انتظار

کرتے ہیں کہ آپ کہاں غلطی کرتے ہیں اور کس جگہ آپ کی غلطی کو پکڑ کر نشانہ بنایا جا سکے۔ بہر حال جذباتی ہونا ایک خطرناک بیماری ہے اور ہر دوسرا شخص اس کا شکار ہے۔ ہمیں خود بھی اور اپنے ارد گرد موجود سب لوگوں کو بھی اس سے نجات دلوانے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ ہمیں جتنا ہو سکے اپنے جذبات پر قابو رکھنے کی کوشش کرنی ہوگی۔ یہ بات طے ہے کہ یہ تبدیلی فوراً ممکن نہیں مگر تھوڑی بہت کوشش کرنے سے ہی اپنے اخلاق اور مزاج میں کسی حد تک بہتری لائی جا سکتی ہے۔ جذباتی ہونے کا سب سے بڑا نقصان یہ بھی ہے کہ بعض اوقات ہم اپنے جذبات میں آکر ان لوگوں کو بھی کھو دیتے ہیں جو ہمیں جان سے پیارے ہوتے ہیں۔ جیسے بہن، بھائی، والدین، اولاد، شوہر، بیوی۔ یہ سارے وہ رشتے ہیں جن کو کھو کر ہم خود ہی دن رات مرتے رہتے ہیں اور حتیٰ کہ دوستی بھی ہم اکثر اپنی جلد بازی اور جوشیلے پن کی وجہ سے کھو دیتے ہیں۔ یہ وہ رشتے ہیں جو برسوں پرانے ہوتے ہیں۔ اگر ہم صبر، تحمل اور عقل سے کام لیں تو ایسی نوبت ہی نہ آئے۔ بس اپنوں کی قدر کریں، اپنا اور دوسروں کا خیال رکھیں، اپنی اکڑ اور انا کو روند دیں،

سمجھداری سے کام لیتے ہوئے اپنی زندگی بسر کریں۔ رشتوں کو بچائیں کیونکہ ایسے نایاب رشتے ہمیں بار بار نہیں ملتے اور والدین تو ویسے ہی دنیا کا عظیم ترین تحفہ ہوتے ہیں۔

زخمی کبوتر

ایک وقت ہوتا ہے جب انسان ایک ننھے سے زخمی کبوتر کی مانند ہی ہوتا ہے۔ وہ جو تھک جاتا ہے اور سونا چاہتا ہے تو اسے نیند بھی نہیں آتی۔ وہ ہر پل سکون کی تلاش میں ہوتا ہے کہ کہیں سے تو مجھے سکون مل جائے۔ اس کا زخموں سے برا حال ہو چکا ہوتا ہے اور ہر زخم خون سے لت پت دکھائی دیتا ہے ق۔ وہ خون اسے نچوڑ کر رکھ دیتا ہے تب اس کا دل بس پھٹ جانا چاہتا ہے۔ زخم بھی پھر ناسور بنتے جا رہے ہوتے ہیں۔ یہ وہ گھاؤ ہوتے ہیں کبھی نہ بھرنے والے ہیں۔ لوگوں کے دیے گئے نشتر اور اس کی ننھی سی جان اس قابل نہیں ہوتی کہ زمانے کی رنجشیں اب مزید سہے یا ٹھوکریں کھائے یا پھر اپنے درد کو سمیٹ کر آنکھ سے بنا آنسو جاری کیے اپنی منزل کی جانب گامزن رہے۔ کیونکہ اسے تلاش ہے سکون کی، وہ سکون جو اسے نہ جینے دیتا ہے اور نہ مرنے دیتا۔ اسے جنون کہیں تو زیادہ بہتر رہے گا۔ وہ جنون بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ بالآخر اس کٹھن راہ میں ہی اسے ایک درزی ملتا ہے جو اس کے زخم سینے کی کوشش کرتا ہے۔ جب

وہ ایک زخم لیتا ہے تو دوسرا خون رسنا شروع ہو جاتا ہے
الغرض کسی نہ کسی طرح کچے پکے ٹانکے لگا کر وہ اس کے زخم سی تو
دیتا ہے مگر تھوڑے ہی فاصلہ پر وہ پھر رسنا شروع ہو جاتے
ہیں۔ وہ روتا ہے، چی نخ با ہے، چلاتا ہے، اس کی کوئی نہیں سنتا۔ وہ در
در ذلتیں اٹھاتا ہے۔ پھر وہ اپنے زخم خود ہی سینا شروع کر دیتا
ہے اب کی بار بھی وہ بار بار کھل جاتے ہیں پھر وہ اپنے خالق سے مدد
مانگتا ہے مگر وہ دیکھتا ہے کہ جب میرے خالق نے میرے
زخم سی کر دیے تو وہ خراب نہیں ہوئے۔ یہ دیکھ کر وہ کہتا ہے
بے شک تیرے سے بہترین کوئی طبیب نہیں ہے اور خالق کے
پاس اسے اس کی منزل جو کہ سکون تھی وہ بھی مل گئی پھر دوبارہ وہ
آسمان کی طرف دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ بے شک سکون بھی
صرف اور صرف تیری ہی بارگاہ ہے۔

عورت

عورت کو جینے کے لیے سانس سے زیادہ حوصلہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ عورت ہونا آسان نہیں ہے۔ جب چھوٹی ہوتی ہے تو گھر والے کہتے ہیں کہ ابھی بات نہ کرو، یہ ابھی تمہاری عمر نہیں، یہ بڑوں کے فیصلے ہیں۔ اور جب جوان ہو جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ لڑکیوں سے کون پوچھتا ہے کہ کہاں شادی کروانی ہے؟ اور جب بالکل آخری عمر کو پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ اب تمہاری عمر نہیں رہی، اب تم خاموش رہو، اب تمہاری عمر آرام کرنے کی ہے۔ میرے مطابق عورت کو بہت مضبوط ہونا چاہیے اور وہ ہوتی بھی ہے۔ زندگی کے ہر مقام پر اسے چاہیے کہ ڈٹ کر مقابلہ کرے حالات کا بجائے اس کے کہ ڈرے اور معاشرے سے خوفزدہ ہو کہ لوگ کیا کہیں گے۔ دیکھیں، ہر چیز میں یہ بات کہ لوگ کیا کہیں گے، کبھی آپ کو آگے نہیں بڑھنے دے گی۔ لوگوں نے تو تب بھی آپ کو برا کہنا ہے جب آپ سب کی نظر میں اچھی ہوں گی اور اگر بری بن گئیں مطلب صرف اپنے مسائل پر سوچنا شروع کر دیا تو تب بھی

آپ کو برا ہی کہنا ہے۔ سو ہمیں ہر موقع پر خود کو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ جو آپ ہیں، وہ تو آپ ہیں۔ جس نے آپ کو قبول کرنا ہو گا وہ آپ کو ہر حال میں کرے گا اور جس نے نہیں کرنا ہو گا وہ تب بھی نہیں کرے گا جب آپ سونے کے بھی بن جائیں گے۔ تب بھی لوگ آپ سے حسد کریں گے مگر قبول پھر بھی نہیں کریں گے۔ سو اپنی زندگی جینا سیکھیں، اپنی زندگی میں مگن رہیں۔ خود کو بہتر بنائیں مگر ہر جگہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آپ نے ہر کسی کو صفائی دینے کا ٹھیکہ نہیں اٹھایا ہوا۔ جس کو آپ پر یقین ہو گا وہ نہ صفائیاں مانگے گا اور نہ دلیلیں اور ایک لڑکی کے لیے میں یہی کہوں گی کہ خود کو پہچاننے کی کوشش کریں۔ آپ جیسی لڑکیاں ہی فضائیہ کی تمغہ یافتہ ہیں، آپ جیسی لڑکیاں ہی فوج میں خدماتسر انجام دے رہی ہیں۔ تو آگے بڑھیں اور اپنے خوابوں کو پورا کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کریں تاکہ اپنی منزل کو حاصل کر سکیں۔ عورت بہت خوددار ہوتی ہے۔ جب ایک بار اس کی انا پر چوٹ لگتی ہے تو وہ خود کو سنبھالتی ہے۔ اگلی بار لگتی ہے تو وہ ٹوٹ کر بکھر جاتی ہے کیونکہ وہ اپنے عزیز واقارب کے ساتھ بہت مخلص ہوتی

ہے اور جب تیسری بار لگتی ہے، تو وہ خود کو بکھرنے کے بجائے سمیٹ لیتی ہے۔ اپنا ذرا ذرا بکھرا ہوا وجود پھر سے جوڑنے کی کوشش میں لگ جاتی ہے۔ کہیں نہ کہیں جا کر پھر ٹوٹ جاتی ہے مگر اسے چاہئے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھے اور اپنا یقین کامل رکھے کہ ایک نہ ایک دن وہ ضرور اپنی منزل کو حاصل کرے گی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کبھی نہیں کہا کہ زندگی آسان ہو گی۔ بس اس میں ایک وعدہ کیا ہے کہ وہ ہمیشہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور اگر آپ کو کسی محفل میں نیچا دکھایا جائے اور آپ خاموش ہو جائیں تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آپ ڈر گئے یا دب گئے کیونکہ ہر جگہ، ہر انسان، ہر موقع اتنا اہم یا ضروری نہیں کہ آپ وہاں جواب دہ ہوں یا اپنی لمبی چوڑی صفائیاں دیں۔ کیونکہ جو آپ کو جان گیا، وہ جان گیا، وہ کبھی آپ کو ذلیل نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور سیدھے راستے پر چلنے کی۔ آمین!

تعلیم یافتہ یا ناخواندہ

یہاں ایک لڑکی ان پڑھ ہے اور دوسری پڑھی لکھی۔ ان پڑھ کو لوگ اس کے ان پڑھ ہونے کے طعنے دیتے ہیں۔ ساری زندگی یہ سننے کو ملتا ہے کہ تم بیچ میں مت بولو، یہ تمہارا کام نہیں ہے۔ اگر پڑھی لکھی ہوتی تو تب بھی بات تھی۔ یہاں تمہارا بولنا بنتا ہی نہیں۔ تمہارا کام بس گھر کے کام کاج کرنا ہے۔ تم یہی کرو، تم بچوں کو اور چولہے کو سنبھالو۔ یہاں تک کہ جب اس کی شادی ہوتی ہے تو سسرال والے بھی یہی کہتے ہیں کہ اگر پڑھی لکھی ہوتی تو نوکری کر لیتی اور پڑھی لکھی ہی صحیح طرح بچوں کی پرورش کر پاتی ہے۔ وہ کیا کرے گی جو خود ہی جاہل ہو؟ تم مت بولو، تمہارا اس میں کوئی کام نہیں۔ تم نے کیا کر لینا ہے، تم بالکل ان پڑھ ہو۔ لوگوں کی بیویاں، بیٹیاں دیکھی ہیں، کتنی تعلیم یافتہ ہیں۔ ہمیں تو جو ملی وہ بھی کسی کام کی نہیں، ان پڑھ جاہل، جب دیکھو منہ بنا کر بس بیٹھی رہتی ہے، ہاتھ میں وہی روٹی اور پرانا سالن اٹھا کر لے آتی ہے۔ پڑھی لکھی ہوتی تو کہیں آج استانی لگی ہوتی اور اسے تو بس دال ہی بنانا آتی ہے اور ادھر سے والدین کہتے ہیں کہ تم تو لڑکی ہو تم نے پڑھ لکھ کر

کیا کرنا ہے، دھونے تو تم نے برتن ہی ہیں۔ بس جتنا پڑھ لیا، اتنا کافی ہے۔ تم نے کونسی نوکری کرنی ہے۔ کوئی بھلا مانس دیکھ کر تمہیں بیاہ دیں گے۔ تمہیں کیا ضرورت ہے نوکری کرنے کی یا اتنی تعلیم حاصل کرنے کی۔ گھر کے کام کاج بھی کہاں آتے ہیں تمہیں؟۔ تم عورت ہو بس مگر انسان نہیں ہو اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا نا؟۔ ادھر اگر وہ پڑھی لکھی ہوئی تو پھر کہیں گے جو زیادہ پڑھی لکھی ہوتی ہیں وہ سر پر چڑھ جاتی ہیں۔ ان کے دماغ خراب ہوتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو پتہ نہیں کیا سمجھتی ہیں پھر کہتے ہیں کہ اچھا بیٹا، تم اتنی تعلیم یافتہ ہو تو کوئی نوکری کرلو، ساتھ گھر کا خرچہ بھی چلتا رہے گا۔ تم سمجھتی ہو نا آج کل کتنی مہنگائی ہے اور اس طرح تم اپنے شوہر کا ہاتھ بھی بٹا سکتی ہو اور جب نوکری شروع کر دے تو کہتے ہیں نوکری کرنے والی عورتیں کہاں اچھی ہوتی ہیں؟ سارا پیسہ کیوں نہیں ہمارے ہاتھ میں لا کر دیتی؟ اور اس سب سے سسرال والوں کو لڑکی کے پیسے بیٹھ کر کھانے کی عادت الگ ہو جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے وہ اپنی مرضی کے خلاف جا کر بس سسرال والوں کے لیے نوکری کر رہی ہو۔ دیکھیں، نوکری کرنا غلط نہیں ہوتا، آج کل کونسی صدی چل رہی

ہے؟ اور ہمارے معاشرے میں واحد ایک عورت ہے جو آج بھی جاہلیت اور چھوٹی سوچوں والوں کی تنگ نظری میں پستی چلی جا رہی ہے۔ عورت کی مرضی کوئی پوچھتا ہی نہیں۔ تعلیم کا حق اس کو بھی ہے۔ اسلام میں عورت اور مرد دونوں پر تعلیم حاصل کرنا فرض ہے۔ جاہل رہنے کا حکم کہیں نہیں ہے۔ نہ یہ کہیں لکھا ہے کہ زیادہ پڑھنے سے عورت یا مرد کا دماغ خراب ہو جاتا ہے۔ آپ لوگ اسلام کی صحیح طرح پیروی کریں؟ اپنی تنگ نظری اور بے جا کی گفتگو اور غلط نظریات کو معاشرے پر لاگو نہ کریں کیونکہ عورت کی بے جا توہین اسلام قبول نہیں کرتا اور آج آپ مذہب کو ہی بنیاد بنا کر اس کو ذہنی تشدد دے رہے ہیں۔ مذہب میں دیکھیں کہیں ایسا لکھا ہے کہ عورت زبردستی شادی کرے، زبردستی نوکری کرے، یا نوکری کرے ہی نہ، یا ان پڑھ ہی رہے؟ یہ سارے جبر و ظلم، یہ سب حقیرانہ سوچیں، یہ باتیں توہم پرستی کی ہیں جو ہم نے اپنے پاس سے بنا رکھی ہیں اور اس منفی پہلو کو اجاگر کرنے کا آج مجھے موقع ملا ہے تو میں اس وقت خود کو خوش قسمت مانتی ہوں کہ مجھے اس موضوع پر قلم

اٹھانے کا موقع ملا۔ مگر افسوس کے ساتھ کہوں گی سچ تو یہ ہے کہ آج کل لوگوں نے عورت کو مذاق سمجھ لیا ہے۔

اللہ کے فیصلے

آپ جس جگہ ہیں یقین کریں وہ بہت بہتر ہے کیونکہ میں نے جہاں جانا چاہا تھا اللہ نے مجھے وہاں بھی پہنچایا تھا مگر وہ سب میرے لائق نہ تھا اور میں جان گئی کہ یہ تو راستہ میرے لیے تھا ہی نہیں جس کی میں خواہشمند تھی۔ میرے بھی بہت بڑے، بڑے خواب تھے مگر وہ درحقیقت بہت ہی چھوٹے، چھوٹے سے تھے۔ میرے لیے اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا جو میری توقع سے بھی الحمدللہ کئی گناہ عظیم تھا سو میں نے تب جا کر یہ جانا کہ ہمارے پاس جو موجود ہوتا ہے وہ سب سے بہتر ہوتا ہے۔ جب جب میں نے خود سے کچھ نہیں کیا اور لوگوں سے امیدیں لگائیں تو میری امیدیں ریزہ ریزہ ہوگئیں اور میں تنہا رہ گئی مگر جب میں نے کوئی کام اللہ پر توکل کر کے بالکل تنہا کیا تو معجزے اپنی آنکھوں سے ہوتے دیکھے اور تب اس نے نہ مجھے چھوڑا اور نہ لوگوں کے ہاتھوں مجھے ٹوٹنے دیا۔

کروناوائرس کے تعلیم پر اثرات

اچانک ایک ایسی وبا پھوٹ پڑی تھی جس نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ اس وبا کی زد میں ہر روز بہت سے لوگ جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ پیارے اپنے اپنوں سے دور ہو گئے اور کرونا سے بچاؤ کے لیے حکومت نے مدرسے، کالج، دفاتر اور سکولوں کو بند کر دیا جس کی وجہ سے تعلیمی نظام بہت بری طرح متاثر ہوا۔ شہروں اور بازاروں کے بند ہونے سے عام زندگی بھی بہت متاثر ہوئی تھی۔ نہ صرف معاشی، حکومتی، سماجی اور معاشرتی نظام متاثر ہو رہے تھے بلکہ تعلیمی نظام کا نقصان سب سے زیادہ طلبہ کو ہوا تھا اور اس کے بعد اساتذہ کو۔ طلبہ کے لیے یہ نقصان یوں تھا کہ ان کی سالوں کی محنت ضائع ہو رہی تھی۔ ذہین طلبہ آن لائن امتحانات کے نتیجے میں بہت پیچھے رہ گئے تھے کیونکہ جن طلبہ کو عملی تعلیم کی عادت ہوتی ہے وہ اپنے آپ کو آن لائن امتحانات میں نہیں ڈھال پائے تھے۔

کرونا وائرس نے تعلیم کو بہت بری طرح متاثر کیا تھا۔ وہ طلبہ جو اگلی جماعتوں میں داخلہ لینا چاہتے تھے وہ پیچھے رہ گئے تھے اور باقی سب بچے ترقی پا گئے تھے۔ اس ترقی کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ طلبہ جن کا مدرسہ میں پہلا سال تھا، انہیں اپنی قابلیت کا علم نہ ہو سکا اور وہ طلبہ جن کا بورڈ کا امتحان تھا، وہ بھی محنت نہ کرنے کی بیماری میں مبتلا ہو گئے تھے۔

اب زیادہ تر بچوں کے منہ سے افسوس کے ساتھ یہ بھی سننا پڑا کہ "اچھا ہے یہ صحیح ہے۔ اللہ کرے ہم اگلی جماعت میں بھی ایسے ترقی پا جائیں"۔ یوں محنت کرنے کی لگن طلبہ میں بالکل ختم ہو گئی۔ مگر ذہین طلبہ کو اپنے جوہر دکھانے کا صحیح موقع ہی نہیں ملا اور ان کے ساتھ بھی ناانصافی ہوئی۔

سچ تو یہ ہے کہ کرونا نے زندگی کا تمام نظام درہم برہم کر کے رکھ دیا تھا۔ ملازم افراد اپنی ملازمت سے محروم ہو گئے تھے، اساتذہ بے روزگاری کی حالت میں گھر میں بیٹھے رہتے۔ پورے ملک میں لاک ڈاؤن کی صورت حال تھی۔ لوگ گھر سے نکلنے تک کو محروم ہو

گئے تھے۔ روزانہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ اس وبا کی زد میں آکر جان کی بازی ہار جاتے تھے۔

نہ جانے یہ ہمارے گناہوں کا نتیجہ تھا کیونکہ جب پچھلی قوموں کے گناہ اس قدر بڑھ جاتے تھے تو ان پر عذاب آتا تھا۔ یہ بھی ہم پر اللہ کا عذاب ہی تھا کیونکہ ہم اپنے رب کو ہی بھول بیٹھے ہیں اور اس کے پیارے حبیب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی تعلیمات پر چلنے کی بجائے ہم اپنے طرز کی قیاس آرائیاں کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ہم ایک دوسرے کی عزت ڈھانپنے کی بجائے اچھالنے میں سب سے آگے ہیں۔ کسی کو دولت کا لالچ ہے تو کسی کو شہرت کا۔ قیامت کی ایک نشانی ہے کہ نفسا نفسی کا دور ہو گا مگر جب کرونا وائرس کا دور تھا جس میں سب کو اپنی اپنی پڑی تھی کسی حد تک ہمیں نفسا نفسی کی جھلک دکھا گیا۔ عام طور پر بھی دیکھا جائے تو ہمیں واضح طور پر نفسا نفسی کا دور دکھائی دیتا ہے کیونکہ آج والدین کے پاس وقت نہیں ہے کہ اپنے بچوں کو دیں۔ بچوں کے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ اپنے ماں باپ کو دیں۔ بہن بھائی ایک دوسرے کے خون کے دشمن ہیں اور غیر لوگوں یا انسانیت کی بات

کریں تو وہ اب شاید کہیں موجود ہی نہیں ہے یا موجود بھی ہے تو گنتی کے لوگ ہی اس لفظ سے واقف دکھائی دیتے ہیں۔ کشمیر اور فلسطین کے مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے جا رہے ہیں اس میں شک نہیں کہ اللہ سخت ناراض ہے اسی لیے کرونا وائرس کا وبا بھی پھیلی تھی مگر ہم جیسے گستاخ کہاں سبق حاصل کرتے ہیں کسی وبا سے ہم انسان تو ہیں مگر ہم انسانیت لفظ سے تو آشنا ہی نہیں۔ اگر اتنا یاد رکھیں کہ اللہ کو وہ دل پسند نہیں ہے جس دل میں انسانوں کے لیے ہمدردی نہ ہو۔ لیکن آج کل ہر جگہ بس سب کو اپنی اپنی پڑی ہے۔ کوئی غریب ہے تو وہ جیتا کیوں ہے اور جو امیر طبقہ ہے، وہ امیر سے امیر تر ہوتا جا رہا ہے۔ ظلم کی تو انتہا ہے، انسانیت کہیں نہیں ہے تو جہاں انسانیت ختم ہو جائے پھر وہاں ایسی قوموں پر عذاب ہی آتے ہیں۔ اپنے اندر اور اپنے اردگرد انسانیت پیدا کریں کیونکہ جس انسان میں انسانیت نہیں ہوتی، وہ انسان بھی کہلانے کے لائق نہیں ہوتا باقی عقل تو جانوروں میں بھی ہوتی ہے۔

صبر: آزمائش یا عذاب؟

سچ کہوں تو صبر ان کے لیے کسی عذاب سے کم نہیں جو اسے جھیلنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں اور اس دوران ناشکری سے کام لیتے ہیں۔ گھبرا جانا ہر مسئلہ کا حل نہیں ہوتا۔ جلد بازی سے کوئی کام حل نہیں ہوتا لیکن بد قسمتی یہ ہے کہ آج کل کوئی یہ بات نہیں سمجھتا اور اگر ہم کسی کو سمجھانا چاہیں تو وہ ہمیں کدورت کی نگاہ سے دیکھنے لگتا ہے۔ ہم کسی کے خیر خواہ بن جائیں تو وہ تو ہمیں گرا ہوا ہی سمجھ لیتا ہے۔ یہی ہے دنیا کی تلخ اور افسوس ناک حقیقت۔ تو در حقیقت صبر ایک آزمائش ہے جو اللہ پاک کی طرف سے بندوں کو دی جاتی ہے۔ وہ آزمائش مال، اولاد، املاک، والدین، رشتہ دار، بہن بھائی کسی بھی صورت میں لی جا سکتی ہے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ایک بندہ کو اپنے رب پر کتنا کامل توکل ہے۔ کیا وہ اپنے رب کی رضا میں راضی ہے؟ کیا جو دکھ تکلیفیں اسے مل رہی ہیں، وہ انہیں صبر سے اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہوئے برداشت کرنے کی قابلیت رکھتا ہے؟ اور بے شک میرا رب کسی کو اس کی برداشت سے زیادہ

تکلیف نہیں دیتا۔ تو اگر زندگی میں پریشانیاں آرہی ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہر انسان کی زندگی میں بے شمار مسائل اور تکلیفیں روز بروز آتی رہتی ہیں۔ وہاں ہمیں ڈٹ کر ان کا مقابلہ کرنا چاہیے اور اس کو ایک راستہ سمجھ کر مکمل کرنا چاہیے۔ اور یہ تکالیف انسان کو انسان کی صورت میں یا کسی بیماری کی صورت میں ملتی ہیں یا فرض کرلیں کسی خسارے کی صورت میں۔ ایک انسان دوسرے انسان کو تکلیف کے سوا کچھ نہیں دے سکتا۔ یہ تکلیفیں بھی اکثر تو انسان کی اپنی ہی پالی ہوئی ہوتی ہیں۔ وہ امیدیں انسان کو جلا کر راکھ کر ڈالتی ہیں جو انسان دوسروں سے لگاتا ہے۔ انسان کو امید صرف اپنے رب سے رکھنی چاہیے جو ذات پاک اس کی مشکل میں ہر کام میں اس کا ساتھ دیتی ہے اور توکل بھی فقط اسی کی ذات پر رکھنا چاہیے۔ جب انسان ڈگمگا جاتا ہے اور اپنے رب سے دور ہو جاتا ہے تو وہ پھر بہت بھٹک جاتا ہے۔ اس صورت میں اسے سیدھی راہ دکھانے اور اس پر چلانے کے لیے اسے کچھ آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رکھیں کہ اسے ایسی صورتِ حال سے سوائے اس کے رب کے کوئی نہیں نکال سکتا۔ مگر ایک

انسان میں اتنا بھی حوصلہ نہیں ہے کہ وہ دوسرے انسان کو برداشت کرے۔ آج کل کا انسان تو اس انتظار میں بیٹھا ہوتا ہے کہ کب اسے موقع ملے تو وہ اپنی بھڑاس نکالے۔ اپنے کیے کا ذمہ دار ہر شخص خود ہے۔ لیکن ہم یہ سوچ کر دوسروں کو اذیتیں دیتے جائیں کہ ہم پر جب برا وقت آیا تھا تو وہ بس آزمائش تھی اور جب دوسروں کو رنج میں مبتلا پایا تو کہا کہ تو ان پر عذاب آیا ہے۔ دیکھیں جو مخلوق خدا سے انسیت نہیں رکھتا اور اپنے دھن اور دولت کے نشہ میں چور ہو کر دوسروں کو کچھ نہیں سمجھتا، کوئی سوالی اس کے در پر آجائے تو وہ اپنے عیش و عشرت کے نشہ میں اسے غرور و تکبر میں آکر پانی بھی نہیں دیتا۔ اپنی انا آج کل ان انسانوں نے اتنی بڑھا لی ہے کہ وہ کہتا ہے، میرے آگے کوئی بات کرے تو وہ کر کے جاتا کدھر ہے۔ وہ یہ یاد رکھے کہ یہ آزمائشیں بھی فقط غریبوں کے لیے نہیں ہیں۔ سو اللہ سے ڈریں، آپ امیر ہیں تو آپ کو کس بات کا گھمنڈ ہے؟ جو رب دے سکتا ہے، وہ ذات جب چھیننے پہ آئے تو بادشاہ بھی خالی ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں کیونکہ وہ ذات سب سے بڑی اور بزرگی والی ہے۔ مصیبتیں، دکھ، تکلیفیں فقط ہم عام انسانوں پر نہیں آتیں۔ یہ بڑے بڑے

نبیوں، پیغمبروں، اولیائے کرام، علمائے کرام، یہ بڑی بڑی ہستیاں بھی جھیل چکی ہیں اور وہ تب ہی ان مقامات تک پہنچے ہیں۔ لہذا جو ذات آپ کو مشکل میں ڈال سکتی ہے تو سوائے اس کے آپ کو اس سے کوئی نہیں نکال سکتا۔ بس اپنے رب سے رجوع کریں، اس کی حمد و ثنا کریں۔ کیونکہ یہ دنیا فانی ہے۔ یہاں بس آپ کو تکلیفوں کے سوا کچھ نہیں ملنا۔ ابھی بھی وقت ہے، کیوں نہ ہم اپنے اس خالق حقیقی کی جانب چل پڑیں جہاں ہر آنسو کا اجر ملے گا۔ وہاں ہمیں ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والا ہمارا رب ہے۔

بالآخر انسان رو رو کر، ٹھوکریں کھا کھا کر اپنے رب کے پاس ہی جاتا ہے کیونکہ یہ دنیا فریب اور دھوکے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اور آخر میں بھی ہم سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ اللہ اکبر کبیراً۔ جزاک اللہ۔

عزت نفس

مجھے لگتا ہے جہاں آپ سے کوئی غلطی ہو جائے، معافی مانگ لیں۔ پرانے قصے کہانیاں بھول جائیں جو بھی ہوا جس نے جو کیا۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی یاد رکھیں کہ معافی مانگنا اور معاف کرنا بھی تب ہی بنتا ہے جب آپ کو لگے کہ رشتوں میں گنجائش بچی ہے۔ بعض اوقات ہم لوگوں کو معاف بھی کر دیتے ہیں اور ان کا رویہ بھی ہم سے ٹھیک ہوتا ہے لیکن ہم پھر بھی پچھتا رہے ہوتے ہیں کہ پتا نہیں کیوں میں نے پھر سے رجوع کیا اس کی طرف۔

خیال رہے، میں ان رشتوں کی بات کر رہی ہوں جیسے دوستی۔ ایسے دوست سے دوستی رکھنے کا کیا فائدہ جو بار بار آپ کو ذلیل کرے۔ سن تو سب ہی لیتے ہیں اپنے خلاف کی گئی باتیں اور سننی پڑتی ہیں، پر بار بار خود کو کنویں میں پھینکنا بھی تو جہالت ہے۔ یقین کریں، خود کو دور کر دینا ایسے لوگوں سے بہت سکون کا موجب بنتا ہے۔ دلی سکون بھی حاصل ہوتا ہے اور ذہنی سکون بھی۔ روز روز کی پریشانی سے آپ باہر نکل

آتے ہیں۔ میری مراد یہ ہے کہ ایک دفعہ اگر انسان کو ٹھوکر لگے تو اسے ایسے دور ہو جانا چاہیے۔ کچھ لوگ بار بار خود لوگوں کو موقع دیتے ہیں اور اپنی عزت نفس مجروح کرنے کی اجازت دیتے ہیں تو یہ تو پھر بہت غلط ہے، ایسا طرز اپنانے سے انسان خود ہی خود کو پریشان کر رہا ہوتا ہے۔ اگر رہنا ہی ان کے ساتھ ہے جیسے سکول، کالج، دفتر یا اکثر گھر میں بھی ایسے لوگ ہوتے ہیں تو بہتر ہے کہ ان سے کنارہ کشی اختیار کی جائے اور ان کے بار بار منہ لگنے کی ضرورت نہیں کیونکہ پھر قصوروار اگلا نہیں، آپ خود ہوتے ہیں جو خود آگ کو ہوا دینے کا کام سر انجام دے رہے ہوتے ہیں۔ فاصلے بہتر ہوتے ہیں بعض اوقات جب حالات اس قدر سنگین ہو جائیں کہ بات چیت کر کے بھی معاملہ حل نہ ہو۔ لوگ ایسے تو نہیں دور ہو جاتے نا۔ خود کو وقت دیں۔ ہر چیز کو ایک طرف رکھ کر خود اپنے بارے میں دو منٹ سوچیں۔ کہاں ہم نے خود اپنی ذات کے ساتھ حق تلفی کی؟۔ کیونکہ ایک جنون میں آیا ہوا شخص تو کبھی پر سکون ہو کر نہ تو بات کرے گا اور نہ ہی سنے گا۔ وہ دوسروں کے متعلق کیا، وہ تو خود اپنی ذات کے بارے میں بھی کوئی بہتر فیصلہ کرنے سے قاصر ہوتا

ہے۔ سو، خود اپنی عزت نفس کی حفاظت کریں۔ انا کچھ اور ہوتی ہے اور عزت نفس کچھ اور۔ انا کو ختم کریں اور اپنی عزت نفس پالیں۔

جزاک اللہ۔

کرونا اور لاک ڈاؤن

اچانک ہی ایک ایسی وبا پھوٹ پڑی تھی جس کی لپیٹ میں تمام دنیا آ گئی تھی۔ اس وبا کی وجہ سے ہر روز بہت سے لوگ جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ پیارے اپنے اپنوں سے دور ہو گئے تھے۔ کرونا سے بچاؤ کی خاطر حکومت نے سکول، کالج، دفاتر اور یونیورسٹیاں بند کر دی تھیں، جس کی وجہ سے تعلیمی نظام بہت بری طرح متاثر ہوا تھا۔ شہروں اور بازاروں کے بند ہونے سے عام زندگی بھی بہت متاثر ہوئی تھی۔ معاشی، حکومتی، سماجی اور معاشرتی نظام بھی بہت متاثر ہوئے تھے۔

تعلیمی نظام کے متاثر ہونے کا سب سے بڑا نقصان طلبہ کو ہوا تھا اور اس کے بعد اساتذہ کو۔ طلبہ کی سالوں کی محنت ضائع ہوئی تھی اور ذہین طلبہ آن لائن امتحانات کے نتیجے میں بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ جن طلبہ کو عملی تعلیم کی عادت تھی، وہ آن لائن امتحان پر خود کو صحیح سے پرکھ نہ سکے تھے۔ ان کو اپنے جوہر دکھانے کا صحیح موقع

نہ ملا تھا۔ اور وہیں جو طلبہ آن لائن امتحان میں زیادہ اچھے نمبر لے کر آگے بڑھ گئے، ان کے ساتھ بھی ناانصافی ہوئی تھی۔

کرونا نے زندگی کا تمام نظام درہم برہم کر دیا تھا۔ ملازم افراد اپنی ملازمت سے محروم ہو گئے تھے۔ اساتذہ گھروں میں بے روزگاری کی حالت میں بیٹھے تھے۔ پورے ملک میں لاک ڈاؤن کی صورتحال تھی۔ لوگ گھروں سے نکلنے تک کو محروم ہو گئے تھے۔ روزانہ ہزاروں لوگ اس وبا کی لپیٹ میں آکر جان کی بازی ہار گئے تھے۔

نہ جانے یہ ہمارے گناہوں کا نتیجہ تھا کیونکہ جب پچھلی قوموں کے گناہ زیادہ ہو جاتے تھے تو ان پر عذاب آتا تھا۔ یہ بھی ہمارے لیے اللہ کا عذاب تھا کیونکہ ہم اپنے رب کو بھول بیٹھے تھے۔ کسی کو دولت کا لالچ تھا، کسی کو شہرت کا۔ قیامت کی ایک نشانی ہے کہ نفسا نفسی کا دور ہوتا ہے۔ تو وہ سب آج ہو رہا تھا۔ یہ دور نفسا نفسی کا تھا۔ سب کو اپنی پڑی تھی۔ والدین کے پاس وقت نہیں تھا کہ اپنے بچوں کو دیں، بچوں کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ اپنے والدین کو دیں۔ بہن بھائی ایک دوسرے کے دشمن بنے ہوئے تھے۔

کشمیر اور فلسطین کے مسلمانوں پر سالوں سے جو مظالم ڈھائے جا رہے تھے، اللہ ہم سے سخت ناراض تھا۔ آج کل انسان تو ہر جگہ ہیں مگر انسانیت کہیں نہیں۔ اللہ کو وہ دل پسند نہیں تھا جہاں اس کی مخلوق کو حقارت کی نظر سے دیکھا جائے۔ جس دل میں انسانوں کے لیے ہمدردی نہ ہو، اللہ کو ایسے دل پسند نہیں تھے۔ آج کل ہر جگہ سب کو اپنی پڑی تھی۔ کوئی غریب تھا تو وہ کیوں جی رہا تھا؟ غریب تھا تو غریب تھا۔ اور جو امیر طبقہ تھا وہ امیر سے امیر تر ہوتا جا رہا تھا۔ ظلم تھا تو ظلم کی انتہا تھی۔ انسانیت کہیں نہیں تھی۔ جہاں انسانیت ہی ختم ہو جاتی ہے، پھر ایسی قوموں پر عذاب ہی آتے ہیں۔

اپنے اندر اور اپنے ارد گرد انسانیت پیدا کریں۔ کیونکہ یاد رکھیں جس انسان میں انسانیت نہیں وہ انسان ہی نہیں اور عقل تو جانوروں میں بھی ہوتی ہے۔

کرونااور مسلمان

جب ہم اس بیماری سے دوچار تھے تو اس کی واضح وجوہات یہ تھیں کہ آپس میں نااتفاقی اور نفرتوں کا بغض رکھنا۔ ایک دوسرے کی شکل بھی نہ دیکھنا گوارا کرنا۔ غیبت کرنا۔ اگر کوئی امیر تھا تو وہ غریب کو ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔ سچ تو یہ تھا کہ غیر مسلم کیا، مسلمان ہی مسلمان کا دشمن بنا بیٹھا تھا۔ ایک دوسرے کو برداشت نہیں کرتے تھے۔ ایسی صورتحال میں اللہ اپنے بندوں سے بہت سخت ناراض ہوتا تھا کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ انسان ہی انسان سے محبت کرے۔ اللہ کو ایسے انسان سے کبھی محبت نہیں ہوتی جو ایک کے لیے راستے ہموار کرنے کی بجائے اس کی راہ میں رکاوٹیں ڈالے۔

نفسا نفسی کا دور تھا۔ کوئی کسی کو ایک پل کے لیے برداشت نہیں کرتا تھا۔ سب ہی بس اپنا سوچتے تھے۔ سب کو اپنی پڑی رہتی تھی۔ کوئی سڑک پر پڑا ہوا مر رہا تھا تو اسے مرنے دینے دیا جاتا تھا۔ کسی کا ایکسیڈنٹ ہو جاتا تھا تو سب تماشا دیکھتے تھے، بلکہ ویڈیو بنانا

ادھر ہی شروع کر دیتے تھے۔ لڑکیاں تھیں تو معزز گھرانے سے تعلق رکھنے والی، ٹک ٹاک جیسی بلا پر ویڈیوز بنا کر اپلوڈ کر رہی تھیں۔ مرد تھے تو ان کو عورت میں ہی دنیا کی تمام برائیاں نظر آتی تھیں۔ عورت دوپٹہ لینے سے انکار کر رہی تھی اور مرد اپنی نظر جھکانے سے انکار کر رہا تھا۔

اللہ جن قوموں سے ناراض ہوتا ہے، ان پر وباؤں کی صورت میں عذاب نازل کرتا ہے۔ جب عذاب آتا ہے تو اس میں نہ صرف گناہگار بلکہ معصوم لوگ بھی شامل ہوتے ہیں۔ جس جس کا وقت جب لکھا ہے اس کو موت تو تب ہی آنی ہے لیکن یہ یاد رکھیں کہ عذاب سب پر ہی نازل ہوتا ہے۔

آج ہر طرف بے ایمانی، لالچ، اور رشوت کا دور تھا۔ غریب کی سفارش تو کیا، اسے کوئی کہیں کھڑا بھی نہیں ہونے دیتا تھا۔ اللہ سب کو اس وبا سے نجات دلائے کیونکہ کرونا ایک بہت موذی مرض تھا اور ہمیں چاہیے کہ ہر حال میں اللہ سے رحم کی توقع رکھیں۔ بندہ کتنا ہی گناہگار کیوں نہ ہو، اللہ معاف کر دیتا ہے۔ بندہ بندے کو معاف نہیں کرتا لیکن اللہ اپنے بندے

سے اتنی محبت کرتا ہے کہ اسے معاف کر دیتا ہے چاہے اس کے گناہ آسمان تک ہی کیوں نہ ہوں۔

اپنے رب سے رحم مانگیں۔ وہ بڑا رحمان ہے، بڑا رحیم ہے۔ وہ جب معاف کرنے پر آتا ہے تو کہتا ہے کہ میں اپنے بندے سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔ اے بندے، تو مجھے چھوڑ کر مجھ سے رخ پھیر کر کہاں جا رہا ہے؟ آجا اپنے مالک کے پاس جو کہ تیرا حقیقی مالک ہے۔ یہاں تھوڑی سی دعا کرنا چاہوں گی: یا اللہ ہم پر رحم فرما! اے ہمارے رب، تو ہی ہمارا مالک و مولا ہے۔ ہمارے گناہوں کو معاف فرما! مولا درگزر فرما دے! اس بیماری سے تمام جہاں کو نجات دلا، بے شک تو بڑا قادر ہے! جو مسلمان اس دنیا سے رخصت ہو چکے ان کی بخشش فرما، آمین ثم آمین! جزاک اللہ!

جلد بازی کا نقصان

انسان فطرتاً بے صبرا ہوتا ہے اور صبر کرنے کی صلاحیت ہر انسان کی برداشت پر منحصر ہوتی ہے کہ وہ کہاں تک صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا۔ یہ بات جان لیں کہ کامیابی صرف وہی حاصل کرتا ہے جو صبر و تحمل سے کام لیتا ہے۔ فائدہ اور نقصان بعد کی بات ہے؛ پہلے آپ اپنی طرف سے 100 فیصد کوشش کریں، پھر کسی چیز کی امید رکھیں۔ کامیابی اور ناکامی تو قسمت کی بات ہے، لیکن بدلنے والے اپنی قسمت کو ٹوٹ کر، بکھر کر، ریزہ ریزہ ہو کر دوبارہ سمیٹ لیتے ہیں اور اپنی مدد خود کرتے ہیں۔ دن وہ بھی آتا ہے کہ وہ صرف اپنی ذاتی جدوجہد کے نتیجے میں کامیابی سے ہمکنار ہوتے ہیں۔

میرے خیال میں سب سے پہلے آپ کو کوشش کرنی چاہیے، پھر کچھ کر کے دکھانا چاہیے، تب ہی کسی سے کسی چیز کی امید رکھنی چاہیے۔ ورنہ ایسے بیٹھے بٹھائے خود مسائل حل نہیں ہوتے اور کامیابی ہمیشہ انہی کو ملتی ہے جو کچھ کرنے کی جستجو رکھتے ہیں۔ لیکن اگر ہم دوسری طرف اپنا کام بھی کر دیں اور بعد میں صبر نہ کریں

اور جلد بازی کا مظاہرہ کریں تو عین ممکن ہے کہ جو ہمارے ہاتھ میں تھا، ہم اس سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ کامیابی کے لیے صبر و شکر بہت ضروری ہے کیونکہ ناشکرا اور بے صبر انسان زندگی میں کچھ نہیں پا سکتا۔

جلد بازی شیطان کا کام ہے، اور شیطان ہمارا دشمن ہے۔ اس کا مقصد ہمیشہ یہ رہا ہے کہ انسان کو بہکائے۔ یہ جلد بازی دراصل شیطان کے راستے کی علامت ہے اور شیطان کے راستے پر چلنے کا انجام ذلت ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کے لیے بہت عظیم اجر رکھا ہے جو دنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں ہر نیکی کا اجر ملتا ہے۔ انسان جلد بازی میں آکر صبر نہیں کرتا اور سب کچھ گنوا کر بیٹھ جاتا ہے، پھر خود سے بھی بدظن ہو جاتا ہے، کہ کاش میں تھوڑا اور صبر کرتا۔

انسان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اگر ہم زیادہ محنت کریں تو ظاہر ہے کہ زیادہ اجر بھی ملے گا لیکن انسان ہر چیز کو وقت سے پہلے چاہتا ہے۔ ہمیں کچھ بھی وقت سے پہلے اور قسمت سے زیادہ نہیں

ملتا۔ اس لیے جلد بازی سے انسان کو ہمیشہ نقصان ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے بہت عزیز رشتے بھی کھو دیتا ہے۔ اکثر انسان جلد بازی میں آکر غصے میں آجاتا ہے اور اپنے عزیز رشتہ داروں کو بھی کھو دیتا ہے۔ یہ جلد بازی انسان کو غصے کی حالت میں ہوتی ہے، اور غصہ اور جلد بازی شیطان کے کام ہیں۔ اس طرح رشتوں میں پھوٹ ڈلتی ہے اور ہم اپنوں کو ہمیشہ کے لیے کھو بیٹھتے ہیں، پھر صرف پچھتاوارہ جاتا ہے۔ کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے ایک بار سوچنا ضروری ہے۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ہم بغیر قصور کے کسی بے گناہ کو اپنی انا میں آکر چھوڑ دیں اور وہ ساری عمر خود کو برا بھلا کہتا رہے۔ یہ صفات اللہ کی نہیں ہیں کہ کسی کو خاص طور پر مشکل کے وقت چھوڑ دینا اور جب وہ دوبارہ صلح کے لیے آپ کی طرف رجوع کرے تو آپ اپنی انا اور غرور میں آکر اسے رد کر دیں۔

اللہ کی صفات یہ ہیں کہ جب بندہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے، اس کے سامنے آنسو بہاتا ہے، تو رب اسے معاف فرما دیتا ہے۔ میرا رب مشکل میں کبھی کسی کو تنہا نہیں چھوڑتا۔ لہٰذا جلد بازی سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ آج کل ہر کوئی ہر وقت غصے

میں ہوتا ہے۔ جلد بازی کے فیصلے ہمیشہ انسان کو تکلیف دیتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ انسان خود اذیت میں مبتلا رہتا ہے اور دوسرا یہ کہ جلد بازی میں اپنے عزیز رشتہ داروں کو کھو دیتا ہے جنہوں نے ہمیشہ اس کا ساتھ دیا ہوتا ہے۔ والدین سب سے قریبی اور پیارے ہوتے ہیں کیونکہ وہ کبھی بھی مصیبت میں تنہا نہیں چھوڑتے۔

خاموشی

کبھی کبھی میں خود بھی لوگوں کا جھوٹ سننے کے لیے بے قرار رہتی ہوں حالانکہ میں حقیقت جانتی ہوتی ہوں۔ میں سچ کو جان کر بھی اسی احساس میں ڈوبی رہتی ہوں کہ کوئی آس، کوئی امید میری بر لائے۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ کون کس حد تک مخلص ہے میرے ساتھ۔ کبھی کبھی میں خود ہی جان کر لوگوں کو موقع دیتی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ کون کتنا دکھ دے سکتا ہے مجھے، کون کس حد تک گر سکتا ہے۔ کبھی کبھی میں خود انجان بنی رہتی ہوں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہو چکا ہوتا ہے کہ کون کتنا مخلص ہے اور کون کہاں آ کر ساتھ چھوڑ جائے گا، کون کس حد تک مجھے برداشت کر سکتا ہے۔

ہاں، میں اکثر سب کچھ جانتے اور سمجھتے ہوئے بھی نادان بنی رہتی ہوں تاکہ اپنی اذیت کی حدوں تک رسائی نہ پا سکوں۔ بسا اوقات میں جان بوجھ کر چڑچڑی ہو جاتی ہوں تاکہ یہ دیکھ سکوں کہ کون کتنی میری فکر کرتا ہے اور کس کو میری کتنی پرواہ ہے۔ میں اپنے بچپنے کو دوبارہ پانا چاہتی ہوں، وہ خوشیاں جو کہیں اپنی کھو دی ہیں،

ان کو اپنے سادہ اور بھولے پن کی بدولت دوبارہ حاصل کرنے کی چاہ رکھتی ہوں۔ مجھے دکھاوے نہیں آتے؛ ہاں بس اب میں بہت تھک گئی ہوں رشتوں، رابطوں اور زمانے سے۔ **

تکلیف دہ عمل

سب سے تکلیف دہ عمل وہ ہوتا ہے جب انسان خود اپنی قسمت سے ہار جائے۔ نہ دل کسی جگہ لگتا ہے، نہ امید باقی رہتی ہے، نہ کوئی آرزو یا جستجو۔ پھر انسان بہت بری طرح ٹوٹ کر بکھر جاتا ہے۔ وہاں اس کی ذات کی دھجیاں اڑادی جاتیں ہیں۔ نہ کوئی اس کی حالت سمجھ پاتا ہے، نہ کوئی اسے منا پاتا ہے اور اس مرحلے سے نکلنا مشکل ہی نہیں، بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے۔

تکالیف برداشت کرکے اور ان کی عادی بن جانے کے بعد کوئی تکلیف پھر درد نہیں دیتی۔ اگر انسان ایک دفعہ خود کو قسمت کا مارا سمجھ لے تو ادا سی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ کوئی چیز اسے دکھ، سکھ نہیں پہنچا پاتی۔ ایک اذیت ناک مسکان چہرے پر سجانا، لوگوں کے رویے اور لہجے برداشت کرنا، خاموش رہنا کیونکہ ہم ان جیسا بننا نہیں چاہتے۔ ایسی حالت میں بھی جرأت مندی سے اپنے درد کو سینے میں رکھنا بزدلوں کا کام نہیں۔ اس کام کے لیے انسان کا ظرف

اور وقار بلند ہونا چاہیے تا کہ وہ معاف کر سکے اور آگے بڑھ سکے

انہیں اپنی زندگی کی آزمائشیں تصور کرتے ہوئے۔

درد

اکثر اوقات ہم اپنی مصروفیات کی وجہ سے اتنی زیادہ تھکاوٹ میں ہوتے ہیں کہ نیند کا خیال بھی نہیں آتا۔ اور نیند کی خبر نہ ہونا بھی ایک اذیت ہے۔ رات کے وقت درد جاگ نہ جائیں، اذیتیں چیخ نہ اٹھیں، زخم نہ رونے لگیں، اور دکھ اپنے دائرے نہ کھول دیں۔

جاگ کر بے رونق چہرے کو مصنوعی مسکراہٹ میں تبدیل کرنا، بے رنگ سی مسکان سجانا، آنکھوں کے دھکتے انگاروں کو جذب کرنا، یہ سب اس بات کا اشارہ ہے کہ نیند کی غیر موجودگی بے سکونی کی ایک شکل ہے۔ درد، درد بھی دیتا ہے مگر زخم خوب ہنساتے بھی ہیں، کیونکہ اس درد میں ایک رمز اور رمز میں مزہ ہے۔

ہم سہتے چلے جاتے ہیں کیونکہ کہا جاتا ہے کہ غم کو سہنے میں بھی قدرت نے مزہ رکھا ہے۔ لوگوں کے رویوں اور اعمال کو

معاف کر کے آگے بڑھنا، یہی جینا ہے اور یہی زندگی ہے۔ آگے بڑھیں، اپنا آپ ثابت کریں، اپنے باظرف ہونے کا ثبوت دیں کیونکہ آپ اتنے گرے پڑے نہیں کہ کوئی آپ کو دھتکارے۔ اپنی ذات کا بھی خیال رکھیں اور صرف ان لوگوں کو اپنی زندگی میں آنے کی اجازت دیں جو رشتہ نبھانا جانتے ہوں جن کے پاس اتنا ظرف ہو کہ کسی رشتہ کو خراب نہ کریں۔

قناعت

قناعت کا مطلب ہے ہر اس چیز پر راضی رہنا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا جو ہمارے پاس موجود ہو یا کم مقدار میں موجود ہو۔ صوفیاء کرام کی اصطلاح میں، قناعت کا مطلب ہے ہر اس چیز پر راضی رہنا جو ہماری قسمت میں نہیں اور اس کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہ پڑتا ہو۔ ہم عام انسان ہیں، چھوٹی چھوٹی چیزوں کے نہ ملنے پر ناشکری کا مظاہرہ کرنے لگتے ہیں اور جلد بازی میں ہم اسے حاصل کرنا چاہتے ہیں مگر جب وہ چیز نہ ملے تو ہم اپنے نصیب کو برا سمجھتے ہیں۔

مانا کہ آپ کو زندگی میں وہ چیزیں نہیں ملیں جو آپ چاہتے تھے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کا نصیب خراب ہے۔ اللہ پاک نے ہمارے لیے اس سے بھی بہتر چیز سوچ رکھی ہوتی ہیں۔ اگر وہ کوئی چیز لے لیتا ہے تو ممکن ہے کہ وہ ہمارے لیے مناسب نہیں تھی۔

پہلے پہل ہم ضد کر کے چیز حاصل کر لیتے ہیں مگر بعد
میں ساری عمر پچھتاتے ہیں۔ والدین بھی ہمیں روکتے ہیں کہ ایسا نہ
کریں مگر ہم سمجھتے ہیں کہ ہم ان سے زیادہ عقل مند ہیں۔ جو چیز آپ
سے لے لی جاتی ہے اس میں یقین مانیں اللہ کی کوئی نہ کوئی بہتری
ہوتی ہے۔ اللہ بہترین سے نوازتا ہے کیونکہ ہمیں کل کا علم نہیں۔ اس
لیے جو چیزیں ہمارے پاس ہیں، ان کی قدر کرنا سیکھیں۔ جو لوگ
جھونپڑیوں میں رہ کر عالم بن جاتے ہیں ان کی مثال ہمارے لیے
ایک سبق ہے۔

حق کا راستہ

حق کا راستہ صرف عبادات تک محدود نہیں ہے۔ جان لیں کہ ظلم کو سہنے والا اور اس پر خاموش رہنے والا بھی ظالم ہے۔

ظلم اور زیادتی کو سہنے والا اور اس پر خاموش رہنے والا بھی ظلم کرنے والوں میں شمار ہوتا ہے۔ یہ بالکل ویسا ہی ہے جیسے ہم خود کو دلدل میں دھکیل رہے ہیں، واپسی کا کوئی دروازہ نہیں، اور ہم صرف اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ اس لیے ہمیں سماجی، معاشرتی اور معاشی دباؤ سے بچ کر حق کا راستہ اختیار کرنا چاہیے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرنی چاہیے۔ نصیحت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

پیاری باتیں

اللہ تعالیٰ سے عشق کرنے کے لیے لازم ہے کہ آپ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عشق کریں اور انہیں آخری پیغمبر مانیں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے ضروری ہے کہ آپ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کریں۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عشق کرنے کے لیے آپ کو ان (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب (رض) سے بھی محبت کرنی چاہیے، حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) سے لے کر حضرت علی (رضی اللہ عنہ) تک، اور آپ (صلی اللہ تعالیٰ وسلم) کی ازواج مطہرات کی عزت و تکریم کرنی چاہیے۔

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آل و اولاد سے بھی محبت کریں اور ان کی خاطر اپنی جان و مال ہر وقت قربان کرنے کے لیے تیار رہیں۔ اگر حضرت امام حسین (رض) یزید کے آگے جھک جاتے، تو آج ساری دنیا یزید کی ہوتی۔ اپنے ایمان کی حفاظت کریں اور اپنے

ایمان کو مکمل رکھیں، جیسے انہوں نے نماز کے لیے اپنی جان دی۔ اپنے ایمان کے لیے ایسا عشق کریں جیسا ان کا نماز سے تھا۔

دوست

اصل دوست کی پہچان یہ ہے کہ وہ آپ کو آپ کی خامیوں سمیت قبول کرے گا اور بعد میں آپ کو صحیح اور غلط کی پہچان سکھائے گا۔ اگر کوئی آپ کو بار بار کہے کہ آپ فیل ہو، جبکہ آپ جانتے ہیں کہ آپ پاس ہیں، تو اس کے کہنے یا نہ کہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ خود کو مطمئن رکھیں، اگلا جتنے بھی تماشے کرے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

بعض چیزیں جو میرے بس سے باہر تھیں، میں نے لوگوں پر چھوڑ دیں اور اپنی حالت کو وقت پر چھوڑ دیا اور اپنے رب پر بھروسہ کیا۔

فیصلے

ایک اہم بات یہ ہے کہ ہمیشہ اپنی زندگی کے فیصلے خود لیں۔ والدین، بہن بھائیوں، اور دوستوں سے مشورہ لیں، مگر ہر دوست سے نہیں۔ آج کل کے دوست بھی اس قابل نہیں ہوتے کہ ہر ئ بات ان سے شیئر کی جائے۔ اپنی زندگی کی قدر کریں اور اپنے فیصلوں کی چابی کسی کو نہ دیں۔

چیزیں اچھی یا بری نہیں ہوتیں

آج کل لوگ سوشل میڈیا ایپس کو برا بھلا کہتے ہیں، جیسے فیس بک اور انسٹاگرام۔ یہ ایپس محض ٹولز ہیں، کوئی چیز انسان کو اچھا یا برا نہیں بناتی۔ کسی کا استعمال ہی اسے اچھا یا برا بناتا ہے۔ زندگی مالک نے عطا کی ہے، اور اس کا استعمال انسان پر منحصر ہے۔

انسان اپنی زندگی کو اچھا یا برا بنا سکتا ہے۔ اصل امتحان تب ہوتا ہے جب انسان کے پاس گناہ، ظلم، اور زیادتی کا موقع ہو، مگر وہ نیکی اور بھلائی کی راہ چنتا ہے۔ نیکی وہ معتبر ہوتی ہے جس کا اللہ کے سوا کوئی گواہ نہ ہو۔ اگر کوئی دھوکہ دیتا ہے تو یہ بات یاد رکھیں کہ اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ اپنے معاملات اللہ کے سپرد کریں، کیونکہ وہ ہر گرتے پتے کی آہٹ سے باخبر ہے۔

دل بہت قیمتی ہوتا ہے

یہ دل بہت قیمتی چیز ہوتی ہے۔ اس کی حفاظت کیا کرو اور ہر کسی ایرے غیرے کو اس میں آنے کی اجازت نہ دیا کرو۔ دل کا دروازہ ہر وقت کھلا نہ رکھو، صرف طلبگار کے لیے جسے تم سے کوئی طلب ہو، کوئی لالچ ہو، دولت کی یا کسی بھی طرح کی امداد کی۔ پر اس کو کسی بے قدری کے ہاتھ نہ لگنے دینا۔ اس قدر سستا نہ بناؤ اپنے دل کو کہ جس کا دل کرے، اس کے ساتھ کھلواڑ کر کے چلا جائے۔ اگر ایک دفعہ کوئی اس میں اپنا گھر بنا لیتا ہے تو پھر اسے نکالنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اس میں کسی کی زہر کی طرح ڈسی ہوئی باتیں بھی دفن ہوتی ہیں اور کسی کی عشق کی مٹھاس بھی ورد کر رہی ہوتی ہے۔ یہ دل بہت خاص ہے، یہ دل بہت خاص ہے۔ ہاں، یہ سب سے خاص ہے۔

اپنے دل کی اہمیت کو جانو اور اس کے دروازے کی چابی اندھے ہو کر کبھی کسی کے ہاتھ میں نہ تھمانا۔ غلطیوں کی معافی مل جاتی ہے، گناہوں کی معافی اتنی آسانی سے نہیں ملتی، اس کے لیے کفارے ادا

کرنے پڑتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتی کہ اپنے دل کو تالے کی طرح بند کر دو اور اپنی انسانیت کو مار دو۔ کسی کی مدد نہ کرو، مدد کرو مگر دیکھ بھال کر بھروسہ کرو۔ یہ بھروسہ ایک کچے دھاگے کی طرح ہوتا ہے، ایک منٹ میں ٹوٹ جاتا ہے اور پھر وہ انسان اس دل سے اتر جاتا ہے۔ پر اگر کوئی ایک دفعہ اس کمرے میں اپنا نام لکھوا دے، تو بہت مشکل ہو جاتا ہے اس کی یادوں، باتوں، سکھ، دکھ ان سب کو بھلانا اور مٹانا۔ کیونکہ انسان اداکاری تو اچھی کر لیتا ہے کہ میں اب سب کچھ بھول گیا ہوں، پر صدمہ حقیقت میں دن رات جھیل رہا ہوتا ہے، اذیتوں سے مقدمے لڑ رہا ہوتا ہے اس دل کی ہار اور جیت کے۔

یہ دل واقعی بہت خاص ہے۔ اور اللہ بہتر جانتا ہے سب کچھ، وہ وہ نہیں کرتا جو ہمیں چاہیے ہوتا، وہ وہ کرتا ہے جو ہمارے لیے بہتر ہوتا ہے۔ سو اپنے رب پر بھروسہ رکھو۔

صبر و تحمل

صبر بہت بڑی چیز ہوتی ہے۔ جتنا انسان تھکتا ہے، اسے سہہ سہہ کر اور تنگ آجاتا ہے لوگوں کی گھٹیا قسم کی باتوں سے، اتنا ہی اسے اس کا صلہ ملتا ہے۔ میں نے بہت بار آزمایا ہے کہ اگر کوئی بولتا رہتا ہے، تو اسے بولنے دو۔ اس کی اپنی سوچ ہے اور پھر میں تو بس دیکھتی ہی ہوں کہ کون کس حد تک گر سکتا ہے۔

انسان ایک کشتی کی مانند ہے اور زندگی ایک سمندر کی مانند۔ جس انسان کو اللہ کنارے کے پاس لے آتا ہے، تو باقی کا جو سمندر ہے، وہ بھی وہی پار کرا دیتا ہے۔ جسے اللہ بے یارومددگار چھوڑ دے، تو پھر کون ہے جو اس کی مدد کر سکے؟ اور جس کا کام اللہ سنوار دے، تو کون ہے جو اس کا کچھ بگاڑ سکے؟ بس مشکلات میں گھبرانا نہیں چاہیے، بس اللہ پر توکل رکھیں اور صبر و تحمل سے کام لیں۔

اور اگر اکیلے کھڑا ہونے کا حوصلہ نہیں ہے، تو کبھی حق کا راستہ اختیار کرنے کی کوشش بھی نہ کرنا، کیونکہ حق کی راہ میں اکیلے ہی کھڑا ہونا پڑتا

ہے۔ اگر آپ غلط ہیں، تو دنیا بھی صحیح نہیں ہے۔ اگر آپ صحیح ہیں، تو دنیا بھی غلط نہیں ہے۔ (یعنی اگر آپ غلط راستے پر گامزن ہیں، تو دنیا نے اس میں اپنا ضرور کوئی نہ کوئی کردار ادا کیا ہوگا۔ ایک اچھا انسان جب برا بنتا ہے، تو وہ بہت زیادہ برا بن جاتا ہے۔ اور اگر آپ بالکل ٹھیک ڈائریکشن پر ہیں، آپ کے خیال سے، تو ایسا نہیں ہے کہ صرف آپ ہی ہمیشہ سیدھی راہ پر گامزن ہوتے ہیں اور باقی ساری خدائی غلط ہے۔ اسی غلط فہمی کی وجہ سے آج کل ہر دوسرا بندہ یا بندی غرور کا شکار ہے، کیونکہ کوئی اپنے آپ کو غلط ماننے کو تیار ہی نہیں۔)

یہ بالکل حقیقت ہے کہ جو جتنا ذہین ہے، جتنا حسین ہے، جتنا امیر ہے، وہ دیکھنے میں تو بہت فٹ فاٹ نظر آتا ہے، پر اندر سے یا تو وہ جانے یا اللہ جانے کہ وہ زندہ بھی کیسے ہے۔ وہ کہتے ہیں ناکہ "قلب کی ویرانی اک میں جانوں ایک میرا خدا جانے"۔ اور جو جتنا قابل انسان ہے، دنیا واقعی اسے بہت بدترین طریقے سے رول کر رکھ دیتی ہے۔

لیکن یہ بات یاد رکھیں، ایک انسان میں انسانیت کبھی نہیں مرنی چاہیے، بے شک اس کے ساتھ کتنا ہی برا کیوں نہ ہوا ہو۔ کیونکہ اگر اس میں انسانیت مر جاتی ہے، تو اس میں اور جانور میں سوائے عقل کے کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔

حوا کی بیٹی

میں نے آج ایک ایسی پوسٹ دیکھی کہ میرا دل دہل کر رہ گیا۔ زبان بولنے سے بھی محروم ہو گئی۔ اسی وقت ہاتھ میں پکڑا ہوا موبائل سائیڈ پر رکھ دیا اور یہ واقعہ بھولے نہیں بھلایا جا رہا۔ سمجھ نہیں آ رہی، ایسا کیسا ہو گیا؟ استغفر اللہ، استغفر اللہ۔ بہت شرم کی بات ہے یہ ہر پاکستانی کے لیے۔ اور یہ بات ہی ایسی ہے کہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور لگتا ہے جیسے پیروں سے زمین ہی کسی نے کھینچ لی ہو۔ بہت دردناک اور افسوسناک واقعہ ہے۔ سمجھ نہیں آ رہی، اس واقعے کے لیے قلم بھی کیسے اٹھاؤں۔ اللہ ہماری اور ہماری سب ماؤں بہنوں کی عزتوں کو محفوظ رکھے۔ لعنت ہو ان نامردوں پر۔ کسی ایک میں بھی انسانیت اور غیرت نام کی کوئی چیز نہیں تھی کیا؟ نہیں تھی، تبھی اتنا افسوسناک حادثہ رونما ہو گیا، دن دھاڑے۔ اتنا شرمناک واقعہ ہوا اور وہ بھی منار پاکستان پر سرعام درندگی کا۔ اب کیسے اتنے برے واقعے کے بعد ہمارے والدین مطمئن ہو کر اپنی بچیوں کو گھر سے نکال سکتے؟ پہلے، ابھی

حال ہی میں لاہور موٹروے پر ایک خاتون کو ان کے بچوں کے سامنے زیادتی کا نشانہ بنایا گیا، پھر کئی معصوم کلیاں زیادتی کا نشانہ بنانے کے بعد قتل کر کے کہیں پھینک دی گئیں، خصوصاً زینب قتل کیس۔ اور اب تو 400 نامردوں نے اپنی درندگی کو سرعام ظاہر کیا۔ یہ لوگ تو انسانوں کو چھوڑیں، جانوروں تک کو نہیں بخشتے۔ زینب جیسی معصوم کلیاں، پھر لاہور موٹروے پر ماں کو اس کے بچوں کے سامنے۔ سوال یہ ہے کہ ہوس کے بچاریوں کے ضمیر نہیں کانپے؟ ایک عورت اور 400 مرد۔ اور پہلے جو اتنی بے گناہ مائیں اور بہنیں زبردستی کے بعد قتل کر دی گئیں؟ اسلام ہمیں یہ نہیں سکھاتا کہ کسی عورت کو نوچ کھاؤ۔

یہاں سے بہتر تو پھر غیر مسلم ممالک ہوئے۔ لاہور موٹروے پر جو خاتون تھی، وہ کون سی نمائش کر کے نکلی تھی؟ زینب نے کون سی نمائش کی تھی؟ ننھے پھولوں کو حراست میں لے کر قتل کر کے کھیتوں میں پھینک دیا گیا۔ عذاب اس لیے بھی آئیں گے کہ یہاں زیادہ بے حیائی مچی ہوئی ہے، ایک مسلم ریاست ہونے کے باوجود۔ اور کسی ایک میں بھی نہیں تھی غیرت؟ ان بھیڑیوں کے

آگے انسانیت شرمسار ہے۔ اور اب تو قبرستان میں بھی عورت محفوظ نہیں۔ 14 سالہ آمنہ کو قبر سے نکال کر درندگی کا نشانہ بنایا گیا۔

اگر پردے کی ہی بات ہے تو وہ کفن والی کا کیا قصور تھا؟ آخر کب تک حوا کی بیٹی ایسے درندوں کا نشانہ بنی رہے گی؟ آخر کب تک؟ میری عمران خان سے اپیل ہے کہ ماؤں، بہنوں اور بچیوں کو انصاف دے اور ایسے نامردوں کا ایسا انجام ہو کہ آنے والی نسلیں بھی یاد رکھیں اور وہ عبرت کا نشان بن جائیں۔

آپ بنتِ حوا ہیں؟

آپ بنت حوا ہیں؟ کیا آپ خود کو اماں حوا کی بیٹی کہہ سکتی ہیں؟ کیا آپ کا لباس ایسا ہے کہ آپ خود کو بنت حوا کہہ سکیں؟ کیا آپ کے سر پر دوپٹہ ہوتا ہے؟ کیا آپ سڑکوں، پارکوں، سکول اور کالج وغیرہ میں حجاب کر کے جاتی ہیں؟ مرد پر آپ کو سوال اٹھانا بس اسی صورت میں زیب دیتا ہے جب آپ خود باپردہ ہوں، بہنا! مرد کی نظروں کا گلہ آپ تب ہی کرنا جب آپ کے سر پر بھی دوپٹہ ہو۔ آپ ٹک ٹاک پر ناچنے والی ایک خاتون ہیں اگر، تو پھر آپ کو ہرگز یہ زیب نہیں دیتا کہ آپ مرد کو الزام ٹھہرائیں۔ عورت کو تو صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان بھاگنے کی بھی اجازت نہیں، تو آپ کس منہ سے ٹک ٹاک پر جلوے دکھاتی ہیں؟ ایک ٹاک ٹاکر خاتون کو ہرگز یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ مرد کی

غلط نظروں پر سوال کرے۔ کیا کبھی آپ نے اپنے لباس کے بارے میں غور کیا؟ نہیں، تو ضرور کیجیے۔ اگر آپ ان تمام باتوں کی

پابندی کرتی ہیں تو بے شک آپ کسی پر بھی اعتراض اٹھا سکتی ہیں۔ پر میری جان، آپ کو اپنی خامیاں ضرور دیکھنی چاہ۔ اس سب کے باوجود بھی، اگر کوئی مرد آپ کو گندی نظروں سے دیکھے تو اس کو آنکھیں نکال کر جواب دینا ہمارا حق ہے۔

یہ معاشرہ بہت خراب ہے۔ بدقسمتی سے ہم مردوں کے معاشرے میں رہتے ہیں، جہاں مرد سب کچھ کر سکتا ہے، غلط چیزیں اور اپنے غلط کام بھی۔ لیکن اگر آپ میں بھی ان باتوں کی پابندی نہیں، تو برائے مہربانی پہلے خود کو پرکھیں، پھر اعتراض کریں۔

یہ میں نے بہت ضروری سمجھا کہ آپ سب کو بتاؤں کہ آپ بھی اس معاشرے کی برابر کی ذمہ دار ہیں۔ عورت اور مرد کو مل کر اس معاشرے کو تبدیل کرنا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک قابل انسان کو دنیا بہت بدترین طریقے سے رول کر رکھ دیتی ہے۔ لیکن یہ بات یاد رکھیں، ایک انسان میں انسانیت کبھی نہیں مرنی چاہیے، بے شک

اس کے ساتھ کتنا ہی برا کیوں نہ ہوا ہو۔ کیونکہ اگر اس میں انسانیت مر جاتی ہے، تو اس میں اور جانور میں سوائے عقل کے کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔

صبر کی طاقت

صبر بہت بڑی چیز ہوتی ہے۔ جتنا انسان تھکتا ہے، اسے سہہ سہہ کر اور تنگ آجاتا ہے لوگوں کی گھٹیا قسم کی باتوں سے، اتنا ہی اسے اس کا صلہ ملتا ہے۔ میں نے بہت بار آزمایا ہے کہ اگر کوئی بولتا رہتا ہے، تو اسے بولنے دو۔ اس کی اپنی سوچ ہے اور پھر میں تو بس دیکھتی ہی ہوں کہ کون کس حد تک گر سکتا ہے۔

انسان ایک کشتی کی مانند ہے اور زندگی ایک سمندر کی مانند۔ جس انسان کو اللہ کنارے کے پاس لے آتا ہے، تو باقی کا جو سمندر ہے، وہ بھی وہی پار کرا دیتا ہے۔ جسے اللہ بے یار و مددگار چھوڑ دے، تو پھر کون ہے جو اس کی مدد کر سکے؟ اور جس کا کام اللہ سنوار دے، تو کون ہے جو اس کا کچھ بگاڑ سکے؟ بس مشکلات میں گھبرانا نہیں چاہیے، بس اللہ پر توکل رکھیں اور صبر و تحمل سے کام لیں۔ اور اگر اکیلے کھڑا ہونے کا حوصلہ نہیں ہے، تو کبھی حق کا راستہ اختیار کرنے کی کوشش بھی نہ کرنا، کیونکہ حق کی راہ میں اکیلے ہی کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ اگر آپ غلط ہیں، تو دنیا بھی صحیح نہیں ہے۔ اگر آپ صحیح ہیں، تو دنیا بھی غلط

نہیں ہے۔(یعنی اگر آپ غلط راستے پر گامزن ہیں، تو دنیا نے اس میں اپنا ضرور کوئی نہ کوئی کردار ادا کیا ہو گا۔ ایک اچھا انسان جب برا بنتا ہے، تو وہ بہت زیادہ برا بن جاتا ہے۔ اور اگر آپ بالکل ٹھیک ڈائریکشن پر ہیں، آپ کے خیال سے، تو ایسا نہیں ہے کہ صرف آپ ہی ہمیشہ سیدھی راہ پر گامزن ہوتے ہیں اور باقی ساری خدائی غلط ہے۔ اسی غلط فہمی کی وجہ سے آج کل ہر دوسرا بندہ یا بندی غرور کا شکار ہے، کیونکہ کوئی اپنے آپ کو غلط ماننے کو تیار ہی نہیں۔)

یہ بالکل حقیقت ہے کہ جو جتنا ذہین ہے، جتنا حسین ہے، جتنا امیر ہے، وہ دیکھنے میں تو بہت فٹ فاٹ نظر آتا ہے، پر اندر سے یا تو وہ جانے یا اللہ جانے کہ وہ زندہ بھی کیسے ہے۔ وہ کہتے ہیں نا کہ "قلب کی ویرانی اک میں جانوں ایک میرا خدا جانے"۔ اور جو جتنا قابل انسان ہے، دنیا واقعی اسے بہت بدترین طریقے سے رول کر رکھ دیتی ہے۔

لیکن یہ بات یاد رکھیں، ایک انسان میں انسانیت کبھی نہیں مرنی چاہیے، بے شک اس کے ساتھ کتنا ہی برا کیوں نہ

ہوا ہو۔ کیونکہ اگر اس میں انسانیت مر جاتی ہے، تو اس میں اور جانور میں سوائے عقل کے کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔

یومِ دفاع

سوال یہ ہے کہ ہمیں اپنے دفاع کی ضرورت کب اور کیوں پیش آتی ہے اور اگر ہمیں اپنے ہی ملک میں رہتے ہوئے، ایک آزاد مملکت میں بھی دفاع سے متعلق بہت سے مسائل کا سامنا ہو تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ ہمیں دفاع کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب ہمیں اپنے جائز حقوق بھی نہیں مل رہے ہوتے۔ اپنے حقوق کی پاسداری کے لیے ہر حال میں ہمیں اپنے حق میں آواز اٹھانی چاہیے اور اپنے ملک میں اپنے حق میں آواز اٹھانے کا مطلب قانونی کارروائی ہے۔ پاکستان ایک آزاد ریاست ہے، یہاں آئین کی پاسداری کی جاتی ہے اور یہاں قانون چلتا ہے۔ آپ خود قانون پر عمل کریں، آپ کو ہر صورت انصاف ملے گا۔ اگر کسی دشمن ملک کے خلاف دفاع کرنا ہو تو پہلے ہم صلاح مشورہ کرتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں چاہے وہ ملک کے باہر کے مسائل ہوں یا اندرونی مسائل، قرآن ہمیں اسی چیز کا درس دیتا ہے۔ اگر بیرونی مسائل حد سے بڑھ جائیں بے گناہ انسانوں کا قتل کیا جائے،

ان کا مال لوٹا جائے، ان کی زمینیں اور جائیدادیں ہڑپ کرلی جائیں، تو پھر دفاع کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ 6 ستمبر 1965 کو رات کے اندھیرے میں جب دشمن نے حملہ کیا تو مسلمان قوم نے جہاد کر کے اپنا دفاع کیا اور اللہ کی مدد سے فتح حاصل کی۔ یومِ دفاع ہمیں یہی سبق دیتا ہے کہ اگر ہم اپنے دفاع کے لیے اٹھ کھڑے ہوں تو بھلے ہم تعداد میں کم ہوں مگر اپنے سے دوگنا بڑی فوج کو شکست دے کر کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اپنا دفاع کریں۔ ہر صورت کریں، ورنہ ظالم کے ساتھ آپ بھی ظالم کہلائیں گے۔

ہر مشکل کے بعد آسانی ہے

کوئی بات نہیں اگر ایک چ یب ٹ رر مشکل تھا، کوئی بات نہیں اگر اس کی ایکسرسائز حل نہ کرپائے، کوئی بات نہیں اگر سلیبس رہ گیا۔ آپ نے کوشش تو کی نا؟ کوشش بس یہ کریں کہ آپ خود اپنی نظروں میں نہ گریں۔ لوگوں کا کیا ہے، ان کی پسند ناپسند روز بدلتی رہتی ہے۔ آپ اپنے آپ کو دیکھیں، کیا آپ کو لگتا ہے کہ آپ اس سبجیکٹ کا ٹاسک کرسکتی ہیں؟ اگر ہاں، تو پرفیکٹ نہ بھی ہو، کوئی بات نہیں، لوگوں کی فکر کرنا چھوڑ دیں، کیونکہ ہم سب کو راضی نہیں کرسکتے۔ ہر انسان کی اپنی رائے ہوتی ہے، چاہے وہ صحیح ہو یا غلط۔ ظاہر ہے، ہر کوئی اپنے ذہنی سطح کے مطابق ہی سوچے گا نا۔ اگر آپ کو لگتا ہے کہ مجھ سے نہیں ہوپائے گا، تو کوشش کریں۔ ممکن ہے کہ آپ کر جائیں، ممکن ہے کہ آپ آگے بڑھ جائیں، اور ممکن ہے کہ آپ وہ پالیں جس کی آپ کو برسوں سے تلاش تھی۔ اگر آپ کوشش کرتی ہیں تو یقین مانیں، آپ خوش قسمت ہیں، اور پچھتاوا آپ سے کوسوں دور رہے گا۔ زندگی میں اتار چڑھاؤ سب کے آتے ہیں، مگر

مایوسی حل نہیں ہے، مسائل کا یہ علاج ہرگز نہیں ہے، پیاری بہن۔ مقصد دنیا ہے بھی نہیں، مقصد صرف اللہ کو راضی کرنا ہے۔

جزاک اللہ۔

دامن اگر تر ہو

یعنی اگر ہم خوشحال نظر آتے ہیں تو ہماری ظاہر پرنا جانا اور یہ ظاہری خوشی کچھ نہیں ہوتی۔ اصل سرور من کا ہوتا ہے جس کو وہ سرور حال ہو جائے اور جب انسان کو وہ من کا سرور حاصل کرنے کی لگن ہو تو وہ خود اپنی ذات کو مٹا کر اپنی ہستی کو فنا کر کے اسے حاصل کر لیتا ہے۔ بے شک انسان اشرف المخلوقات ہے اور فرشتوں نے بھی آدم کو سجدہ کیا یعنی وہ فرشتوں سے بھی افضل ہے جب انسان اس عالم وجد کی کیفیت پر آن پہنچتا ہے تو وہ اپنا ظاہر دراصل نچوڑ لیتا ہے اسے ختم کر دیتا اپنی میں کو مار کر اور ظاہر یہاں فقط نفس ہے جس نے نفس کو اپنی میں کو مار لیا اور بس اپنے خدا کا ہو گیا وہ ہی در حقیقت اپنے رب کو پہچاننے والا ہے۔

احسان

کسی پر کمنٹری پاس کرنے کا رائٹ ہمیں نہیں ہے کیا پتا کون اپنی لائف میں کس فیز سے گزر رہا ہو تو کسی کو بھی ایون ایک سنگل پرسن کو بھی جج کرنے سے پرہیز کریں کیونکہ آپ نے بس اس انسان کی زندگی کا ایک پیج پڑھا ہوا ہوتا ہے پوری کتاب آپ لکھنے نا بیٹھ جایا کریں اس پر۔ سب کی اپنی لائف ہے ہر انسان کو اسے اپنے طریقے سے جینے کا حق ہے۔ آپ کی ایسے Favour کا کوئی فائدہ نہیں جسے آپ goodwill کا کور چڑھا کر نیکسٹ پرسن کی self respect کو degrade کر کے رکھ دیں۔ اور ئی بات   رکل کریں مگر ایسی جس سے نیکسٹ پرسن بھی hurt نا ہو اور آپ جو پوچھنا چاہ رہے ہیں وہ بھی معلوم ہو جائے۔ موسٹلی کیا ہوتا ہے کہ ہم بھی اگلے سے پوچھ نہیں رہے ہوتے ہمارا لہجہ یا طنزیہ ہوتا ہے یا ہم اس سے پوچھنے کی بجائے بڑے پکے یقین کے ساتھ کہتے ہیں ہاں بھئی تم نے یہ کیا ہے حالانکہ ہمیں پوچھنا بھی ایسے کر کے چاہیے کہ کیا ایسا ہے؟ یا پھر کیا یہ بات درست ہے؟ آپ ایک اچھے بھلے دوست، فیلو یا انسان کو اس

طرح گنوا دیتے ہیں اکثر اور میں نے دیکھا ہے یہ کیونکہ ادھر ہمیں بات کرنے کا طریقہ ہی نہیں پتا ہوتا سب سے بڑی ہماری پرابلم ہی یہی ہے اور دوسری چیز ہم بس سمجھتے وہی ہیں جو ہم خود اس کو جج کر کے بیٹھے ہوتے ہیں یا اسے جیسا سمجھا ہوتا ہے ہم نے اس سے نا آگے اور نا پیچھے ہم دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتے۔ اپنی محدود کردہ سوچ اور ذہنیت سے اگر ہم باہر نکلیں اپنے آنکھوں پر بندھی ہوئی پٹی اگر ہم کھولیں تو ہمیں کچھ پتا چلے نا۔ مزید یہ بھی کہنا چاہوں گی کہ آج کل کے دور میں آپ کسی پر بھی اعتماد نا کریں ہم وہی کرتے چلے جاتے جیسا بس کوئی گائیڈ کر جاتا ہے۔ آپ خود خود مختار ہونا سیکھیں انگلیاں صرف اپنے والدین کی پکڑی جاتی ہیں وہ زمانہ گیا جب ہم اپنی سہیلی کی یا اپنی کسی ی ٔ سر کی باتوں ہی بس گزارا کریں۔ آپ نے کہیں ایڈمیشن لینا ہو یا کہیں جاب کرنی ہو تو اس وقت ہمیں کوئی صحیح طرح گائیڈ نہیں کرتا اور نا ہی کوئی کرے کیونکہ بھئی یہ دنیا یہاں سب ہی چاہتے ہیں کہ یہ مجھ سے آگے کیوں جائے میں تو اس کے مقابلہ کا ہوں مجھے اس سے اوپر جانا اور جیسے ہی آپ کامیابی کی سیڑھیوں پر قدم رکھیں گے وہ آپ کی کامیابیوں کے پیروں میں آکر گر جائیں گے تب بھی انہیں

مطلب آپ سے نہیں ہوگا سوچ ابھی بھی وہاں کی وہاں ہی ہوگی کہ ادھر میں نے ہونا تھا جو آج اس کے پاس ہے وہ میرے پاس ہونا تھا۔ تو یہ تو غلط ہے نا بہت ایک انسان کی نہیں ہر انسان کی ایسی سوچ ہے آج کل دیکھیں اگر اسے مل رہا ہے تو اسے اس کے نصیب کا مل رہا نا وہ آپ سے چھین کر یا آپ کا حق کے کر یا پھر آپ کے نصیب کا حق تو نہیں کھا رہا نا؟ تو بس جو آپ کو ملنا ہو گا یا جو آپ کے نصیب میں ہو گا وہ آپ تک پہنچ جائے گا اس مالک نے سب کے رزق کا بندوبست کر رکھا ہے وہ اگر ہم سے ناراض بھی ہو جائے تو رزق نہیں چھینتا ہم سے ہمارا اور آپ سے آپ کا منہ کا نوالہ بھی کوئی نہیں چھین سکتا اگر وہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے نصیب میں رکھا ہے تو۔ اپنی معین کردہ ذہنیت سے باہر نکلیں اپنے علم کو اجاگر کریں آپ کے پاس اگر علم ہے تو اسے آگے پہنچائے کسی کا بھلا کریں اور بھلا کر کے احسان نا جتائیں اپنی نیکی کما کر اس کو دریا میں نا بہائیں لوگوں کے لیے آسانیوں کا باعث بنیں کوشش کریں کہ کسی کی دل آزاری کا سبب نا ہوں ہم کیونکہ سب سے بری بات ہے کہ کوئی ہم سے عاجز آجائے وہاں ہمارا ڈوب مرنے کا مقام ہے یقین کریں۔

سوشل میڈیا کے فائدے اور نقصانات

سوشل میڈیا کیا ہے؟ سب سے پہلے تو ہم جانیں گے سوشل میڈیا کیا ہے۔ سوشل میڈیا دو الفاظ سے مل کر بنا ہے ایک سوشل اور دوسرا میڈیا۔ سوشل کا مطلب سماج یعنی معاشرہ رابطہ کی رو سے آپ یوں سمجھ لیں لوگوں کا ہجوم یعنی Gathering اور میڈیا وہ درمیانی آلہ جسے ہم ذرائع ابلاغ کہتے ہیں جو کسی ایک شخص کے پیغام کو کسی دوسرے شخص تک پہنچانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے یہاں میں کلیئر Definition بیان اس لیے کر رہی تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو سکے۔ میڈیا لازمی نہیں کوئی Application ہی کو کہیں ہم میڈیا کوئی Device بھی کہہ سکتے ہیں کوئی بھی ایسی Device یا آلہ جو ہمارے پیغام کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے میں مدد دے وہ میڈیا ہے۔ جیسے News Channels, Mobile Phones, Telephone, Television, Internet, Application, Social media Sites etc

اب میں آپ کو بتاتی ہوں کہ آج کل ہم سوشل میڈیا کسے کہتے ہیں آج کل کے جدید دور میں ہم سوشل میڈیا دراصل فقط Applications

سے مراد لیتے ہیں اور ان ایپس میں ہم جن کا ذکر کرتے ہیں عموماً جس میں Facebook, WhatsApp, Instagram یہ سب ہیں جبکہ یہ Wrong Concept ہے۔ اگر ہم Social Media کی Depth میں جائیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ سوشل میڈیا فقط ان ایپس کا نام نہیں بلکہ وہ تمام ذرائع جن کی مدد سے ہم ایک دوسرے سے رابطہ کرتے ہیں۔ یہاں چند فوائد کا ذکر کیا ہے: آج کل انٹرنیٹ کے تیز ترین دور میں ہر کام سوشل میڈیا کے ذریعے ہی انجام پذیر ہوتا ہے۔ پڑھائی سے لے کر جاب تک اگر آپ کو پڑھائی کرنی ہو تو اتنی مہنگی

مہنگی ٹیوشنز اور اکیڈمیز سے بہتر آپ یوٹیوب سے لیکچر لے کر اپنا ٹاپک کلیئر کر سکتے ہیں۔ وہاں پر مختلف زبانوں میں مختلف موضوعات پر مختلف لوگوں کے مختلف لیکچرز موجود ہوتے ہیں۔ اگر آپ نے ایڈمیشن لینا ہوتا ہے آپ آن لائن اپلائی کر سکتے ہیں اپنی اسٹڈی کے لیے۔ اسی طرح اگر آپ نے جاب کرنی ہو تو آپ آن لائن گھر بیٹھے اپنی جاب کے لیے بھی اپلائی کر سکتے ہیں خصوصاً گھریلو خواتین جن کو گھر کے کام وغیرہ بھی سرانجام دینے ہوتے ہیں وہ ساتھ

ساتھ سوشل میڈیا ایپس کے ذریعے اپنی گھر بیٹھے آن لائن جاب کر سکتی ہیں اس کے علاوہ وہ اسٹوڈنٹس جو پڑھائی کے ساتھ ساتھ جاب کرنا چاہتے ہیں وہ بھی سوشل میڈیا کے ذریعے سے ہی کام کر سکتے ہیں۔ اپنے بزنس کے ساتھ ہم آن لائن اکیڈمی کا سلسلہ بھی شروع کر سکتے ہیں آج کل تو کرونا اور لاک ڈاؤن ہے تو طالبات آن لائن کلاسز لے رہے ہیں Zoom, Google meet اور دیگر ایپس کے ذریعے۔ اگر ہمارا کوئی رشتہ دار دور ہو تو ہم گھر سے تو نکل نہیں سکتے اور دوری کے باعث ملاقات بھی ممکن نہیں تو اس پریشانی کی سہولیات میں ہم ان سے گھر بیٹھے ٹیلی فونک رابطہ کر سکتے ہیں اور عزیز و اقارب کی خیریت معلوم کر سکتے ہیں نا صرف آواز کی بدولت بلکہ ویڈیو کال سے چہرہ دیکھ کر حال احوال اپنے اپنوں کے معلوم کر سکتے ہیں۔ اگر کچھ کھانا ہو تو ہم آن لائن آرڈر کر سکتے ہیں Food panda اور اسی طرح کی کچھ مشہور ایپس ہیں جن سے ہم یہ سہولت بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر کچھ منگوانا ہو تو آن لائن Amazon ایک نامور ایپ ہے اور اگر کہیں جانا ہو تو Cream اور Uber جیسی ایپس کے ذریعے۔ اب گھر بیٹھے ہی ہم ان سہولیات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں فقط سوشل

میڈیا کے ذریعے ہی وہ کیسے ؟جو سوشل میڈیا ایس کے ذریعے۔ اس جدید دور میں انسان کی Finger Tips پر ہے ہر چیز جو کہ سوشل میڈیا کی بدولت ہی ممکن ہوا۔ جہاں سوشل میڈیا کے تیز ترین رسائل ہیں وہاں اس کے کچھ نقصانات بھی ہیں۔ یہاں کچھ نقصانات کا بھی ذکر کیا گیا ہے: میرے نزدیک سوشل میڈیا کا سب سے عظیم خسارہ دین سے دوری ہے جو کہ نوجوان نسل میں بڑھتی افسردگی کا باعث ہے۔ اس کے بعد جہاں ہم روابط قائم کر سکتے ہیں اپنوں سے وہیں اسی کی بدولت ہم اپنوں سے بہت دور بھی ہو گئے ہیں اپنے والدین سے بہن بھائیوں سے بڑھتے ہوئے فاصلوں کا ذمہ دار بھی سوشل میڈیا ہی ہے۔ ہم سارا دن موبائل فون میں مصروف رہتے ہیں کیونکہ یہ سب سے بڑا سوشل میڈیا ہے ہمارے ہاتھ میں اسی میں موجود ہیں باقی بہت سے media's بھی جو دن بہ دن ہمیں اپنے اپنوں سے دوری کا شکار بنا رہے ہیں یا بنا چکے ہیں۔ ہم بس اسی دنیا میں کھو کر رہ گئے ہیں اب کی دنیا یوں ہے جیسے سب ہوں۔Robots اب ہم فقط ایک مشینی انسان بن کر رہ گئے ہیں دلوں میں پیار، محبت، ہمدردی جیسے جذبات کی جگہ تلخیوں نے اور چڑچڑے پن نے لے لی ہے۔

ترقی تو انسان کر رہا ہے مگر وہی دیکھا جائے تو انسان اپنے آپ کو اپنے حقیقی مقصد کو بھول چکا ہے۔ اسے یہ نہیں پتا کہ میں کس لیے یہاں بھیجا گیا تھا؟ میرا دنیا میں آنے کا مقصد کیا تھا۔ کیونکہ انسان اپنے دن کا سارا وقت سوشل میڈیا پر گزرا دیتا ہے تو اسے اپنے ہونے کا احساس ہی نہیں دل مردہ ہو گئے ہیں آج کل کے انسانوں کے۔ سوشل میڈیا ایسا نہیں میں کہتی کہ استعمال ہی نا کریں کیونکہ آج کل ہر کام اسی سے منسلک ہے خواہ وہ پڑھائی ہو یا بزنس کریں مگر ایک لمٹ میں کیونکہ ہر چیز تب ہی اچھی لگتی ہے جب اس کی ایک حد ہو کوئی بھی چیز جب اپنی حد سے گزر جاتی ہے تو پھر وہ نقصان کا باعث بھی بن سکتی ہے۔ جزاک اللہ۔

سزا ہمیشہ لڑکی کو ہی کیوں ملے؟

عورت ہونا اس معاشرے میں آج کل کے دور میں تو نہایت کٹھن ثابت ہو گیا ہو جیسے۔ لڑکی جتنی بھی پارسا ہو سر سے لے کر پیر تک برقع میں ہو مگر اس کو زمانہ ہمارا معاشرہ کسی صورت جینے نہیں دیتا اور ایک عورت کا اصلی امتحان حجاب اوڑھنے کے بعد ہی شروع ہوتا ہے پہلے اسکول کالج اور یونیورسٹی میں اس کو اس کے سادی اور مذہبی ہونے کی بنیاد پر بہت تنگ کیا جاتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ ہر لڑکی ہر بار ٹھیک ہوتی ہے ایسا نہیں ہے۔ہاں قصور دونوں طرف کا اکثر برابر ہوتا ہے مگر بیشتر اوقات اس کا مجرم صرف عورت کا بنا دیا جاتا ہے۔ ماضی ہر لڑکی کا ہوتا ہے مگر ہر لڑکی بدکردار نہیں ہوتی اور پھر اس کو ٹارچر دینا تب بھی جب وہ بے قصور ہو۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ لیکن ہمارے معاشرے کی بدترین تصویر اس وقت سامنے آتی ہے جو کہ بہت افسوسناک حقیقت ہے۔ جہاں قصوروار صرف اور صرف بنت حوا کو جانا جائے۔ ہر وہ لڑکی جو آپ کی نامحرم ہو اس کو

عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے کیونکہ اسلام نے عورت کو بہت عزت دی ہے قرآن میں بار بار تاکہ اس کی اہمیت کو جانا جائے اس کے مقام کو پہچانا جائے ہمارے پیاری نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے عورت کو ماں، بیوی، بہن، بیٹی ہر روپ میں عزت دے کر ایک اعلیٰ مثال قائم کی اور ہمارا اسلام تو کہتا ہے کہ بہترین مرد وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔سب رشتے ایک طرف اتنی آیات کسی رشتے پر نازل نا ہوئی جتنی شوہر اور بیوی کے تعلق کے لیے نازل ہوئی کیونکہ جتنا یہ رشتہ مضبوط ہوتا ہے اتنا ہی نازک بھی ہوتا ہے۔۔والدین کے حقوق پر چند، اولاد کے حقوق پر چند مگر میاں بیوی کے تعلق پر بہت سی نازل ہوئی اور ہزاروں احادیث فقط عورت کی ذات پر مبنی ہیں تو آپ کس منہ سے ایک عورت باپردہ اور باکردار لڑکی کو استعمال کرنے کے بعد اس کو طلاق دے کر اس کی اور اس کے والدین کی زندگی خراب کر دیتے ہیں ؟میں نے خود اپنی آنکھوں سے بہت نیک لڑکیوں کو فقط ان کی معصومیت کی بنا پر تباہی سے ہم کنار ہوتے دیکھا ہے۔کہا جاتا ہے کہ ایک عورت کو بدکردار کہنا آپ کے سو سال

کے اعمال غارت کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے۔ آج آپ کسی کی ماں ،بہن کے معاملے میں ڈریں گے اور اللہ کل کو آپ کی ماں، بہن اور بیٹی کی عزتوں کو بھی محفوظ رکھے گا۔ میں نے کئی لڑکیوں کو اس دنیا سے بھی جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ جو کہ باکردار تھی مگر ان کا بے قصور ہونا جیسے جرم قرار پایا۔ وہ ایک پنجابی کہاوت ہے ": کڑی ناہ سد دی مرے نا وسدی "۔ ہر بار اگر مرد کا قصور نہیں ہوتا تو ہر بار عورت کا بھی نہیں ہوتا۔ مسائل بات چیت کرکے حل ہوتے ہیں سزائیں ہمیشہ عورت ہی کیوں کاٹے معاشرے اپنی بیٹی پر بات آنے پر خاموش ہوجاتا ہے دوسرے کی بچی کی عزت کا تو جنازہ نکال دیا جاتا ہے۔ میرا سوال اور میری مراد معاشرے ہے میں معاشرے سے سوال کرتی ہوں ؟ خدارا آپ بہو کو بھی تو بیٹی سمجھیں نا آپ کو غلطیاں بس اپنی بہو کی کیوں دکھائی دیتی ہیں اس کی غلطیاں چُھپ کیوں جاتی ہیں اور اپنی بیٹی بار وہ چُھپ کیوں جاتی ہیں۔ مزہ تو تب ہے نا جب آپ اپنی بہو کو بھی بیٹی سمجھیں۔ ایسا کیسے اتنی جلدی ممکن ہے کہ ایک 25،26 سال کی لڑکی جو کہ اپنے گھر میں سے ایک ادھر آکر نئے گھر میں ایڈجسٹ ہو جائے ؟ وقت لگتا ہے وقت لگتا ہے ہر چیز

میں آہستہ آہستہ ہی ہے نا۔ لیکن میں نے ایسی لڑکیاں بھی دیکھی ہیں جو محلوں سے اٹھ کر جھونپڑیوں میں آکر بھی بس جاتی ہیں۔Mostly عورت ہر حال میں نبھاتی ہے چاہے اسے سوکھی کھانی پڑے یا روکھی۔ وہ ایک مزیدار کہاوت ہے: "بیٹیاں سب کی سانجھی ہوتی ہیں"۔ تو بیٹیوں کے معاملات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرا کریں حضور اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: "عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی طرف سے بطور امانت لیا"۔ آج ہم اگر کسی کی بیٹی کا جینا دشوار کرتے ہیں تو کل کو ہماری اپنی بھی بچیاں ہیں ہم بھی بہنوں، بیٹیوں والے ہیں تو اس بات کا تھوڑا سا خیال رکھا کریں! ہم جو کریں گے وہی ہمارے آگے آئے گا۔ بچی معاف کر بھی دے گی تو قدرت کا مکافات اٹل ہے۔ اللہ ہم سب کو ہدایت دے اور نیکی اور بھلائی کے راستے پر گامزن کرے اور بھلائیوں کو پھیلانے والوں میں سے بنائے۔ جزاک اللہ۔

فریب

دھوکہ دینے والے کی نظر میں کچھ بھی نہیں پر اس کے دل میں شرمندگی، ذلت، قصوروں، گناہوں کا بوجھ اور ایک ایسا پہاڑ ہوتا ہے جس میں وہ مسلسل گھرتا چلا جاتا ہے ایسا نہیں ہے کہ جس کو دھوکہ ملا بس وہ ہی دن رات اذیت میں ہے بلکہ دھوکہ دینے والا انسان بھی کبھی سکون میں نہیں رہتا۔۔ جس کو دھوکہ ملا ہوتا ہے چاہے وہ کسی بھی نوعیت کا ہو ہو سکتا کسی دوست نے دیا ہو ، کسی انجان نے یا پھر کسی اپنے نے پر اس انسان کو صبر آ ہی جاتا ہے ایک نا ایک دن ضرور اور وہ وقت ہوتا ہے جب انسان کو پتا چلتا ہے کہ یہ دنیا کچھ بھی نہیں ہے، یہاں ہر چیز، ہر جاندار و بے جان چیز کو ایک دن فنا ہونا ہے پر جو دھوکہ دیتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ ہم نے یہ بہت فخر والا کام کیا کسی کو بے وقوف بنایا، اس کی زندگی عذاب کرکے تو ایسا انسان مکافات عمل سے تو کبھی بچ ہی نہیں سکتا بے شک وہ انسان معاف بھی کر دے اور اللہ کی پکڑ جب ہوتی ہے تو بہت سخت ہوتی ہے۔۔ اسی لیے کوشش کرو کے کسی سے

ساتھ کبھی ایسا نا کرو مذاق میں بھی کبھی نا کرو کسی کو دکھا کر ہم کیا سمجھتے ہیں کہ ہم بہت سکون میں رہ لیں گے یہ سب کر کے کسی کا اعتماد توڑ کر کیا ہم اگلی بار اس قابل رہیں گے کہ اس کا اعتماد جیت سکیں کیا ہم اس انسان سے آنکھیں بھی ملا پائیں گے اور اس سب کے ساتھ ساتھ ہم اللہ کا کیا جواب دیں گے سوچنا چاہیے ہمیں یہ سب سوچنا چاہیے اتنا آسان نہیں ہوتا چالاکیاں، مکاریاں دکھانے کے بعد ہم سمجھتے ہیں ہم کامیاب ہو گئے کیونکہ ہم نے دوسرے شخص کو بڑی آسانی سے بے وقوف بنا لیا نہیں ایسا نہیں ہے کیا پتا اس بندے کو آپ کی حقیقت کا پہلے سے علم ہو اور وہ من کے ہنس رہا ہو چلو دنیا کے سامنے تو چل جائیں گی آپ کی مکاریاں مگر اللہ کو تو ایک ایک بات کا آپ کی علم ہے اس سے کیسے چھپائیں گے؟ کسی کو جھوٹ بول کر فریب دینا آپ کو کیا لگتا ہے کہ اس کی اتنی آسان سزا ہے پہلے خود کو دھوکہ دیا پھر اس شخص کو دھوکا دیا پھر اس کی آہ لگی آپ کو اور اب صبر لگے گا پھر فیصلہ مکافات پہ آئے گا اور آخرت میں الگ سے حساب لیا جائے گا بندہ الگ ناراض اللہ الگ

ناراض اور اپنی بھی نظروں میں بھی گر گئے آپ اپنی دنیا اور آخرت برباد کرنے کا اگر دل ہو تو کسی کو دھوکہ دے کر دیکھ لیں انجام آپ کے سامنے ہوگا۔

چند الفاظ رائٹرز کے نام

بات نہیں کرتی شاید مغرور ہو۔ ہنستی نہیں ہو شاید ہو ہی ایسی اتنی گرمی میں نقاب میں گرمی نہیں لگتی؟ تمہارا دل نہیں گھبراتا ہر وقت خاموش رہنے سے۔ بہت سیریس ہو۔ لگتا مذہبی بچی ہو۔ ہاں مجھے ہر وقت بولنا پسند نہیں جب کوئی موقع ہو زبان تب ہی کھولنی چاہیے ہر وقت ایویں پاگلوں کی طرح ہنسنا کوئی سمجھداری نہیں۔ الحمدللہ پردہ کرنا ہے تو پوری طرح سے کریں۔ بالکل گرمی نہیں لگتی نقاب کی عادت ہے۔ الحمدللہ خاموش رہتی ہوں اس لیے خود پر فخر ہے۔ سیریس ہونے کا مذہب سے کیا تعلق۔ اور اگر میں مذہبی ہوں تو اسلام میرا مذہب ہے خود کو اسلامی کہنے پر بھی مجھے فخر ہے۔ لگتا ہے کیا میں ہوں ہی سیریس مجھے بلاوجہ بولتا اور ہنستا ہوا انسان زیادہ خطرناک لگتا ہے۔ نہیں رائٹرز مغرور نہیں ہوتے، رائٹرز سمجھدار ہوتے ہیں خاموش رہنے والا بندہ سمجھدار ہوتا ہے۔ منہ کسی موقع پر کھولنا چاہیے۔ چوبیس گھنٹے ریڈیو کی طرح یہ کوئی اچھی

بات نہیں رائٹرز کا یہ شیوہ نہیں۔ کم بولیں ستھرا بولیں۔ رائٹرز

بات کسی موقع پر کرتے ہیں نیز اسے چھچھورا پن زیب نہیں دیتا اس

پر کئی ذمہ داریاں عائد ہو جاتی ہیں زمانہ اس کا لکھا پڑھتا ہے

اس کو فالو کرتا ہے عام انسان بھی خود اپنا کردار بناتا ہے اگر آپ

کارٹون بن کر رہیں گے تو لوگ آپ کا مذاق ہی بنائیں گے کیونکہ کارٹون

ہنسانے کے لیے ہوتے ہیں اگر آپ خود اپنی ذات کو سنجیدہ لیں گے تو فقط اسی

صورت میں لوگ آپ کو بھی سیریس لیں گے اور آپ نے خود

ڈیسائیڈ کرنا ہے کہ آپ نے کارٹون بننا ہے یا پھر ایک ریزن ایبل

پرسن۔

سکون

سکون کیوں نہیں ہے ہمیں جب کہ سب سہولیات بھی میسر ہیں پر ہمارا کسی چیز میں کسی کام میں دل ہی نہیں لگتا کچھ اچھا نہیں لگتا۔۔ اور اگر کچھ واقعات پیش ہو چکے ہیں ہماری زندگیوں میں تو ہم ان کو بھلا کر اپنی زندگیوں میں آگے کیوں نہیں بڑھ پا رہے ؟جواب:سب سے پہلی بات تو یہ کہ سکون گاڑی ،بڑے گھر ،عیش و آرام والی زندگی ،دولت ،شہرت ،نام بنانے سے قطعاً نہیں ملتا۔۔ سکون ،چین ان سب چیزوں سے کبھی منسلک ہو ہی نہیں سکتا۔ "سکون تو اللہ کی دین ہے سکون تو تسبیح الٰہی میں ہے سکون تو سجدہ سجود میں ہے سکون تو ذکر الٰہی میں ہے سکون تو بارگاہ الٰہی میں ہے سکون تو فقیری میں ہے سکون تو غریبی میں ہے اور سکون تو پھر وہ دولت ہے جو بادشاہوں کو بھی قسمت سے ملتا ہے اور وہی اگر ہم کسی فقیر کی جھونپڑی میں بھی چلے جائیں نا دو منٹ کے لیے تو آپ دیکھنا وہ کتنی عزت سے اور سکون سے اپنی زندگی گزار رہا ہو گا بغیر کسی فرمائشوں اور بلاوجہ کی خواہشوں کے یقین مانیے آج کا امیر جتنا بے

سکون ہے اس سے کہیں زیادہ تو آج کا غریب سکون میں ہے کیونکہ جو سکون غریبی میں ہے وہ امیری میں کہاں؟لہٰذا اگر آپ لوگ جس حال میں بھی ہیں نا تو اس ذات پاک کا چوبیس گھنٹے صبح، شام، دوپہر، رات غرض کہ ہر پل ہر گھڑی شکر ادا کرتے رہا کریں الحمد اللہ کیونکہ ہمیشہ اپنے سے اوپر کو نا دیکھو اپنے سے نیچے کو پہلے دیکھو کہ وہ کس حال میں اور کس طرح اپنی زندگی میں گزر بسر کر رہا ہے۔ سکون صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب آپ کو جو مل رہا ہو اسی میں آپ شکر کرنا سیکھیں اسی میں خود کو ڈھالنا سیکھیں۔ لیکن نہیں انسان میں تو اکڑ ہی اتنی ہے کہ وہ سمجھتا ہے میرے شایان شان زمین پر بیٹھنا نہیں میری شان ، میری عزت، میری دولت تو ایک بات یاد رکھیں غرور تکبر کا مارا ہوا فرعون تھا، یزید تھا ان کی ہستیاں کیسے نیست و نابود ہو گئی دنیا میں ان کے نام نشان تک مٹ گئے ان بد بختوں کو کیا سکون ملا کبھی ان کی تو دنیا بھی تباہ ہے اور آخرت بھی تو سوچیں کہ کہیں ہم ان کے راستے پر تو نہیں چل رہے کہیں ہم اپنی دنیا اور آخرت تو برباد نہیں کر رہے۔ در حقیقت انسان کو جب

تک ٹھوکریں نہیں لگتی اسے اپنی حیثیت کا علم نہیں ہوتا جب تک
اس کا سکون اس سے نہیں چھن جاتا وہ اپنے آپ کو پتا نہیں کیا
سمجھ لیتا ہے کہ میں پتا نہیں کیا ہوں جیسے میں کیا کچھ نہیں
کر سکتا تو در حقیقت انسان ایک مٹی کا بنایا ہوا پتلا ہے فقط بات ایک
ذرہ سے شروع ہو کر ایک ذرے پر ہی جا کر ختم ہو جاتی ہے انسان
بری راہ اختیار کرتے ہوئے یہ نہیں کہتا کہ میں خود اس کا ذریعہ ہوں
وہ کہتا ہے کہ مجھے فلاں دکھ ملا تو میں یہاں ہوں اس حال میں
ہوں لیکن اگر غور کیا جائے تو ہم خود بھی وجہ ہوتے ہیں کہیں نا کہیں
اس بے چینی کی اس بے سکونی کی کوئی نا کوئی کردار ہم خود بھی ادا کیا ہوتا
ہے اپنا اس ساری صورتحال میں تو بہتری یہی ہے کہ نا فقط خود
اپنے ظاہر کو سنوارا جائے بلکہ اپنے باطن کو بھی نکھاریں کیونکہ سکون
آپ کو محلوں میں چلے جانے سے بھی نہیں ملے گا سکون آپ کو
بس اللہ کی یاد میں اس کے اذکار میں ملے گا آپ محسوس کریں
گے کہ جیسے ہم نے اپنے سارے دکھ جیسے بہا دیئے ہم نے اب کو بے
سکونی کوئی پریشانی نہیں در حقیقت یہی حق کی راہ ہے یہی روشنی پھیلاتی

ہوئی راہ ہے یہی وجہ ہے منزل تک پہنچنے کی یہی راہ حقیقت ہے یہی

سامان آخرت ہے۔

معافی

جب آپ کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور یہ محسوس ہو
کہ ہم نے اس بندے کے ساتھ غلط کیا ناروا سلوک اختیار کیا
اور اب آپ اگر اپنے کیے پر شرمندہ ہیں تو اس میں

اپنی غلطت کا اعتراف کر لینا آپ کی عزت کبھی نہیں گھٹاتا
کیونکہ اس سے قطعا آپ کی عزت کم نہیں ہوتی۔۔کیونکہ ہم انسان
ہیں اور ہم حضرت آدم (علیہ السلام) کی نشانی ہیں سو غلطی ہر فرد
سے سرزد ہو سکتی ہے اور ہوتی ہے۔ہاں پر اگر آپ غلطی کر کے اس
پر اکڑتے ہو تو یہ بہت غلط چیز ہے۔۔ میں نے یہ دیکھا ہے
اور یہ محسوس کیا ہے کہ بعض اوقات اگر انسان غلطی پر ہوتا ہے
واضح رہے ابھی صرف غلطی کی بات ہو رہی ہے گناہ کی نہیں۔۔ تو
غلطی پر جب انسان ہوتا ہے تو بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اس کو
اس وقت خود بھی معلوم ہوتا ہے کہ یار یہ میں نے غلط کیا اور
جب کہ آپ کو خود بھی ندامت ہو رہی ہوتی ہے دل میں تو معافی
مانگ لینے سے کوئی چھوٹا نہیں ہو جاتا۔۔ بلکہ اگر بغیر کسی وجہ کہ بھی

اگر آپ کو لگے کہ کسی کی دل آزاری ہوئی ہو اپ کی وجہ سے تو معذرت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔ اور معاف کر دینا بھی بہت بہادری کا کام ہے جو کسی کمزور کے بس کی بات تو ہے ہی نہیں۔ جتنا ہو سکے لوگوں کو جس جس نے آپ کے ساتھ برا کیا اس کو اپنے سچے دل سے معاف کر دیں دیکھیے گا پھر زندگی کتنی خوشگوار محسوس ہو گی۔ معافی مانگنے سے اگر آپ کو لگتا ہے کہ ہم جھک جائیں گے اگلے کی نظر میں تو یہ غلط thinking ہے آپ معذرت اگر کسی سے نا بھی کریں تو کیا آپ سکون سے رہ سکتے ہیں اگر آپ کا ضمیر آپ کو اس چیز کی اجازت دیتا ہے تو ٹھیک ہے کہ اگر آپ کسی کا دل دکھانے کے بعد بھی خود کو اپنے اندر اپنی ذات کو ملامت نہیں کرتے تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کا ضمیر مر چکا ہے اور ضمیر انسان کے پاس ہونا اور بالخصوص ایک جاگا ہوا ضمیر آپ کے پاس ہونا تو شکر ادا کریں یہ بڑی نعمت ہے یہ بڑی قسمت والی بات ہے کہ آپ خود کو کسی کے ساتھ برا رویہ رکھنے پر ملامت کرتے کہ ہاں یہاں میری غلطی ہے یہاں مجھ سے واقعی غلط ہوا ہے تو یہ ایک جاگا ہوا ضمیر ہے آپ کا اس کا مطلب ہے کہ

آپ میں ضمیر نام کی انسانیت نام کی کوئی چیز موجود ہے ورنہ اگر ایسا نہیں ہے تو آپ فرعون اور نمرود سے کم تو نا ہوئے نا کہ دل کا دل توڑ کر کسی کی عزت نفس کو مجروح کر کے کسی کی اس عقیدت کو پامال کر کے جو اس نے آپ سے رکھی تھی تو یہ کیسا انصاف ہے آپ کا یہ کیسی سوچ ہے پھر کہ بس خود کو ہی صحیح جانا جائے فقط اپنے اختیارات کی بنا پر اور اگلے کی بات بھی نا سنی جائے معافی دینا اور لینا تو پھر ایک الگ بات ہو گئی نا جب تک آپ کو احساس نہیں ہوتا اپنی کی گئی بد سلوکی کا پھر اس کے بعد دوسرا مرحلہ self Reading کا ہے جب تک آپ خود اپنی ذات کا معائنہ نہیں کرنا چاہتے اور نا ہی آپ جانتے ہیں کہ کیسے کرنا ہے؟ تب تک آپ اپنی غلطی کی پہنچان نہیں کر سکتے اور اگر آپ کر لیتے ہیں آسانی سے اپنی غلطی کی شناخت تو پھر میرے خیال یہ تو بہت خوش نصیبی کی بات ہو گی اس طرح بہت آسانی ہو گی آپ کو اپنی کوتاہیوں پر نظر ثانی کرنے کی اور مزید آئندہ کی زندگی کے لیے خود کو ان غلطیوں سے ان گناہوں سے دیکھیں جب آپ جان بوجھ کر کوئی غلطی کرتے ہیں نا تو اسے فقط غلطی کا نام نا دیں وہ فعل

پھر آپ کا گناہ ہوتا ہے جو آپ جان بوجھ کر کرتے ہیں اپنے ہوش و حواس میں اللہ کی مقرر کردہ حدوں کو پار کرتے ہیں اس کی نافرمانی کرتے ہیں اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حکم عدولی کرتے ہیں کسی کو ستاتے ہیں کسی کو رلاتے ہیں یہ جان رکھیں حقوق العباد کا معاملہ بہت سخت ہوتا ہے شب برات پہ آپ دو اسٹیٹس ڈال کر سب سے معافی مانگ لیتے ہیں اور آپ کو لگتا ہے کہ ہم نے کچھ نہیں کیا کسی کا دل نہیں دکھایا کسی کا جینا دشوار نہیں کیا تو معافیاں ایسے نہیں ملتیں اور نا مانگی جاتی ہیں باقاعدہ اس شخص سے گفتگو کریں اگر مالک سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں تو اس بندے کو بھی راضی کریں یاد رکھیں وہ اس مالک کا ہی بندہ ہے جس کا آپ نے دل دکھایا تھا۔

دامن اگر تر ہو

یعنی اگر ہم خوشحال نظر آتے ہیں تو ہماری ظاہر پر نہ جانا چاہیے، اور یہ ظاہری خوشی کچھ نہیں ہوتی۔ اصل سرور من کا ہوتا ہے، جس کو وہ سرور حاصل ہو جائے۔ اور جب انسان کو وہ من کا سرور حاصل کرنے کی لگن ہو تو وہ اپنی ذات کو مٹا کر، اپنی ہستی کو فنا کر کے اسے حاصل کر لیتا ہے۔ بے شک انسان اشرف المخلوقات ہے اور فرشتوں نے بھی آدم کو سجدہ کیا، یعنی وہ فرشتوں سے بھی افضل ہے۔ جب انسان اس عالم وجد کی کیفیت پر آن پہنچتا ہے تو وہ اپنا ظاہر دراصل نچوڑ لیتا ہے، اسے ختم کر دیتا ہے، اپنی میں کو مار کر، اور ظاہر یہاں صرف نفس ہے۔ نفس جس نے اپنی میں کو مار لیا اور بس اپنے خدا کا ہو گیا، وہی درحقیقت اپنے رب کو پہچاننے والا ہے۔

احسان

کسی پر کمنٹری پاس کرنے کا حق ہمیں نہیں ہے، کیا پتا کون اپنی زندگی میں کس فیز سے گزر رہا ہو۔ تو کسی کو بھی، حتیٰ کہ ایک سنگل شخص کو بھی جج کرنے سے پرہیز کریں کیونکہ آپ نے بس اس انسان کی زندگی کا ایک پیج پڑھا ہوا ہوتا ہے۔ پوری کتاب لکھنے نہ بیٹھ جایا کریں اس پر۔ سب کی اپنی زندگی ہے، ہر انسان کو اسے اپنے طریقے سے جینے کا حق ہے۔ آپ کی ایسی فیور کا کوئی فائدہ نہیں، جسے آپ goodwill کا کور چڑھا کر، اگلے شخص کی self-respect کو degrade کر کے رکھ دیں۔ اور بات واضح کریں، مگر ایسی کہ اگلا شخص بھی hurt نہ ہو اور آپ جو پوچھنا چاہ رہے ہیں، وہ بھی معلوم ہو جائے۔ زیادہ تر کیا ہوتا ہے کہ ہم اگلے سے پوچھ نہیں رہے ہوتے، ہمارا لہجہ یا طنزیہ ہوتا ہے، یا ہم اس سے پوچھنے کی بجائے بڑے پکے یقین کے ساتھ کہتے ہیں، "ہاں بھئی، تم نے یہ کیا ہے" حالانکہ ہمیں پوچھنا بھی ایسے ہی چاہیے کہ "کیا ایسا ہے؟" یا پھر "کیا یہ بات درست ہے؟" آپ ایک اچھے بھلے دوست، فیلو یا انسان کو اس طرح کھو دیتے ہیں۔ میں نے

یہ دیکھا ہے کیونکہ ہمیں بات کرنے کا طریقہ ہی نہیں پتہ۔

سب سے بڑی ہماری پرابلم یہی ہے۔

اور دوسری بات، ہم بس سمجھتے ہیں وہی ہے جو ہم خود اس کو جج کرکے بیٹھے ہوتے ہیں یا اسے جیسا سمجھا ہوتا ہے۔ ہم نے نہ آگے اور نہ پیچھے دیکھا، اپنی محدود کردہ سوچ اور ذہنیت سے باہر نکلیں۔ اپنے آنکھوں پر بندھی ہوئی پٹی اگر ہم کھولیں تو ہمیں کچھ پتا چلے گا۔ مزید یہ بھی کہنا چاہوں گی کہ آج کل کے دور میں آپ کسی پر بھی اعتماد نہ کریں۔ ہم وہی کرتے چلے جاتے ہیں جیسا بس کوئی گائیڈ کر جاتا ہے۔ آپ خود خود مختار ہونا سیکھیں۔ انگلیاں صرف اپنے والدین کی پکڑی جاتی ہیں۔ وہ زمانہ گیا جب ہم اپنی سہیلی کی یا اپنی کسی سی بی بٹے ئی رر کی باتوں ہی بس گزارا کریں۔

آپ نے کہیں ایڈمیشن لینا ہو یا کہیں جاب کرنی ہو تو اس وقت ہمیں کوئی صحیح طرح گائیڈ نہیں کرتا، اور نہ ہی کوئی کرے گا کیونکہ دنیا میں سب ہی چاہتے ہیں کہ یہ مجھ سے آگے کیوں جائے۔ میں تو اس کے مقابلے کا ہوں، مجھے اس سے اوپر جانا ہے۔ اور جیسے ہی آپ کامیابی کی سیڑھیوں پر قدم رکھیں گے، وہ آپ

کی کامیابیوں کے پیروں میں آکر گر جائیں گے۔ تب بھی انہیں آپ سے مطلب نہیں ہو گا۔ سوچ ابھی بھی وہیں کی وہیں ہو گی کہ ادھر میں نے ہونا تھا۔ جو آج اس کے پاس ہے، وہ میرے پاس ہونا تھا۔ تو یہ تو غلط ہے، ہر انسان کی ایسی سوچ ہے۔ آج کل دیکھیں، اگر اسے مل رہا ہے تو اسے اس کے نصیب کا مل رہا ہے، نہ کہ آپ سے چھین کر یا آپ کا حق کر کے، یا پھر آپ کے نصیب کا حق تو نہیں کھا رہا؟ تو بس جو آپ کو ملنا ہو گا، یا جو آپ کے نصیب میں ہو گا، وہ آپ تک پہنچ جائے گا۔ اس مالک نے سب کے رزق کا بندوبست کر رکھا ہے۔ وہ اگر ہم سے ناراض بھی ہو جائے تو رزق نہیں چھینتا۔ ہم سے اور آپ سے منہ کا نوالہ بھی کوئی نہیں چھین سکتا، اگر وہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے نصیب میں رکھا ہے۔ اپنی معین کردہ ذہنیت سے باہر نکلیں، اپنے علم کو اجاگر کریں۔

اگر آپ کے پاس علم ہے تو اسے آگے پہنچائیں، کسی کا بھلا کریں اور بھلا کر کے احسان نہ جتائیں۔ اپنی نیکی کما کر اس کو دریا میں نہ بہائیں، لوگوں کے لیے آسانیوں کا باعث بنیں۔ کوشش کریں کہ کسی کی دل آزاری کا سبب نہ ہوں، کیونکہ سب سے بری بات یہ ہے کہ

کوئی ہم سے عاجز آجائے، وہاں ہمارا ڈوب مرنے کا مقام ہے۔

یقین کریں۔

پردہ

پردہ کیا ہوتا ہے؟

اپنے جسم کے اعضاء سمیت اپنی روح کو بھی پاکیزہ رکھنا پردے کا اصلی معنی ہے۔ یہ نہ ہو کہ آپ صرف اپنے ظاہر کا پردہ کریں اور آپ کے دل میں غلاظت بھری ہوئی ہو۔ میرے نزدیک پردے کا مطلب اپنے ظاہر اور باطن دونوں کو پاکیزہ رکھنا اور ان کی حفاظت کرنا ہے۔ پردہ ہم سے پہلے کی قومیں بھی کرتی تھیں۔

سوال: کیا پردہ صرف عورت پر فرض ہے؟ جواب: نہیں، پردہ مرد اور عورت دونوں پر فرض ہے۔ جیسے عورت کو پردے کا حکم ہے، اسی طرح مرد کو بھی ہے۔ اسے اپنی نظروں کے ذریعے پردے کا حکم ہوا کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں۔ بالکل اسی طرح عورت کو بھی کہا گیا کہ جب عورتیں اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو اپنے چہرے پر چادر ڈال کر نکلیں۔

سوال: کیا آج پردہ فقط فیشن ہے؟ جواب: آج کل پردے کو فیشن کے طور پر اپنایا جاتا ہے، عموماً یہی دیکھنے کو ملتا ہے۔ اگر آپ پردہ کریں تو پھر مکمل طور پر کریں۔ فیشن ایبل، چمکیلے، بھڑکیلے برقعے اور باریک ڈوپٹے اگر صرف آپ اپنی نمائش کے لیے استعمال کرتی ہیں تو میری گزارش ہے ان بہنوں سے کہ آپ پردہ نہ کریں، کیونکہ یہ پردہ نہیں ہوتا۔ پردے کا مطلب ہے اپنے آپ کو مکمل ڈھانپنا۔ سوال: کیا ہم محرم کے سامنے بناؤ سنگھار کر سکتی ہیں؟ جواب: ہم صرف محرم کے سامنے ہی بناؤ سنگھار کر سکتی ہیں، جس میں ہمارا شوہر شامل ہے۔ غیر محرموں کے سامنے سے اگر گزریں تو خوشبو لگا کر نہ گزریں، کیونکہ عورت ویسے ہی ایک خوبصورت تخلیق ہے، اللہ کی، جس کی آواز شیریں اور لہجہ دھن مہ ہوتا ہے اور بہت نازک ہوتی ہے، جو مردوں کے لیے باعث کشش ہے۔ اس لیے اسلام عورت کو پردے کا حکم دیتا ہے۔

تلاش

دل ٹوٹ گیا۔ سب برباد ہو گیا۔ خواب بھی سارے ٹوٹ گئے۔ ہر چیز زہر بن گئی۔ طلب موت کی ہے، ہے نا؟ سب ہی دکھاوا کرتے ہیں، سب مطلبی ہیں۔ دھوکہ باز دنیا، استعمال کیا، ہے نا؟ ہر طرف سے ناکامی ملی، ملی نا؟ ایک بات بتاؤ، کیا تم سارے کے سارے اس دنیا کے ہو؟ کیا تمہارے خالق کا تم پر کوئی حق نہیں؟ جس نے تمہیں اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا، وہ تم سے کتنا پیار کرتا ہے۔ کیا تمہیں اس چیز کا اندازہ بھی ہے؟ تم خود سے اتنا پیار نہیں کرتے جتنا وہ رب تم کو چاہتا ہے۔ شکر کرو، تمہیں دل توڑنے والوں میں سے اور دلوں کو دکھانے والوں میں سے نہیں بنایا۔ اگر آپ کا سب دل دکھاتے ہیں تو آپ کو ان کے لیے مسیحا بننا ہے جن کو کوئی سنبھالنے والا نہیں۔ اگر لوگ آپ کو گرانا چاہتے ہیں تو آپ کو ان لوگوں کی طرح مزید گرنا نہیں ہے، آپ کو اٹھ کر کھڑا ہونا ہے۔ اگر آپ کو کوئی نقصان پہنچا بھی دیتا ہے تو آپ نے اپنے آپ کو مزید نقصان نہیں پہنچانے دینا اور ان لوگوں کے لیے جینا ہے جن کو

آپ کی مدد کی ضرورت ہے، اور وہ جو بے بس ہیں، وہ جو ٹوٹ چکے ہیں، وہ جو ہمت ہار چکے ہیں، ان کی ہمت آپ نے بننا ہے۔ ان کو مایوسی کے اندھیروں سے باہر نکال کر آپ نے لانا ہے۔ مولانا رومی کہتے ہیں: "اگر آپ کو اپنے ارد گرد اندھیرا نظر آرہا ہے تو ممکن ہے روشنی آپ خود ہی ہوں۔" ہر طرف اگر اندھیرا ہے تو اجالا آپ خود بن جائیں۔ آج کے تاریک دور میں سوچیں، اگر آپ خود روشنی بن جائیں تو کیا آپ روشن نہیں ہو سکتی؟ جب میں چمکوں گی تو کیا میں دوسروں کے لیے روشنی کا سامان پیدا نہیں کر سکتی؟ کر سکتی ہیں، بالکل کر سکتی ہیں، اور روشنی یہاں ظاہری کامیابی نہیں ہے۔ کہ ڈگریاں لاکھوں کی ہاتھوں میں پکڑ کر آپ کہتی ہیں کہ میں کامیاب ہو گئی۔ آٹھ ہزار کا سوٹ پہن کر آپ کہتے ہیں کہ آج میں کمانے لگ گیا، یہ کامیابی نہیں ہے۔ کامیابی آپ کے اندر ہے۔ اگر آپ کا ذہن پیس فل ہے، آپ کا اندر غلاظت سے پاک ہے، تو یہ آپ کی اور آپ کی ذات کی کامیابی ہے۔ کامیابی باہر کہیں نہیں ہوتی، کامیابی آپ کے اندر ہوتی ہے۔ باہر کہاں، کس کو آپ ڈھونڈ رہے ہیں؟ اگر اللہ آپ کے دل میں نہیں ہے، اگر آپ کے دل میں اللہ کا

خوف نہیں تو پھر چاہے آپ جو کچھ کریں، میں سمجھتی ہوں وہ شخص بے کار ہے جو دل میں اپنے خالق کو تلاش نہیں کرتا۔ اپنے اندر اپنے رب کو تلاش کریں، وہ آپ کو تلاش کرنے سے ہی ملے گا۔ اپنی ذات کی تلاش کرنے جب آپ

نکلتے ہیں تو سب سے بڑا جو آپ کا دشمن ہے، وہ آپ کا اپنا نفس ہی ہوتا ہے۔ اپنے نفس کو ماریں، اسے مارنا ہی ایک حل ہے۔ یہ وہ اژدھا ہے جو آپ کو آپ کی حقیقی منزل کی جانب گامزن ہونے سے روکتا ہے، کیونکہ بیچ میں ہر کام میں آپ کا نفس آڑے آجاتا ہے۔ ایسے کامیابی کیسے ممکن ہے؟ ایسے آپ ڈگریوں والی کامیابی تو حاصل کرلیں گے، ڈاکٹر تو بن جائیں گے، مگر اپنے من کے طبیب کیسے بنیں گے؟ لہذا اپنے نفس، اپنی انا، اور اپنے تکبر کو مٹی کے ڈھیر کے طور پر دیکھیں۔ ہم آج نہیں تو کل زیر ہونا ہی ہے۔ جب نفس کا قتل ہوگا تو تب ہم خود کو جانیں گے، اپنی حقیقت کو جانیں گے، اور پھر رب کی تلاش میں نکلیں گے۔ اور رب ڈھونڈنے والوں کو ہی ملتا ہے، جن کو اس کی تلاش ہوتی ہے، وہ ان کو اپنے راستے حق کے ذریعے

اپنے پاس بلاتا ہے، اور اپنے خاص بندوں میں چن لیتا ہے۔ بے
شک، وہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔

مقابلے بازی

ایک عورت کو کبھی مرد کی برابری نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ مرد کا اپنا مقام ہے، جو اللہ پاک نے اسے عطا کیا ہے، اور عورت کا الگ رتبہ ہے، اس کی اپنی جگہ ہے۔ ہمارے ایک ٹیچر صاحبہ کہتی تھیں کہ "عورت کبھی مرد کا مقابلہ نہیں کر سکتی"، اور میں بھی یہی لکھتی ہوں، کیونکہ مرد مرد ہے۔ میرے بابا جان کہتے ہیں: "جو مرد ہوتا ہے، اس کی ایک زبان ہوتی ہے۔" عورت کو بھلے ہی بہت سے رتبے حاصل ہوں، مگر عورت پر یہ لازم ہے کہ خاص کر میں یہ لکھوں گی کہ اپنے باپ، بھائی، شوہر، تایا، چچا، سب کا احترام کرے اور ان کی عزت کو اپنی عزت سمجھے، کیونکہ تب ہی اس کا خود کا بیٹا اسے ویسی ہی عزت دے گا، ان شاء اللہ۔ آپ کا اتنا خوبصورت مذہب ہے، جس کا نام اسلام ہے، اور اس مذہب نے جتنی تعظیم عورت کو دی ہے، شاید ہی کسی کو دی ہو۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کو ہر روپ میں عزت دی۔ بیٹی کے روپ میں، آپ (صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم) استقبال کے لیے کھڑے ہو جاتے، حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) جب تشریف لاتی تھیں۔ بیوی کے روپ میں، حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)، حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور باقی تمام ازواج مطہرات (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو ہمیشہ عزت بخشتے اور اپنی والدہ کا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بے حد احترام کرتے۔ وہ تو پھر سرور کائنات ہیں نا، اور اسی طرح آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات مبارکہ کی پیروی کرتے ہوئے تمام صحابہ کرام (رض) بھی یہی عمل رکھتے تھے عورتوں کے معاملے میں۔ اسلام نے ہمیشہ عورت کو پردے کا حکم اس کی حفاظت کے لیے دیا ہے۔ عورت کی مثال اس پھول کی طرح ہے کہ جب تک کلی کھلتی نہیں، بند رہتی ہے تو اسے کوئی اس کی ٹہنی سے توڑنے کی جرات نہیں کرتا، کیونکہ سب کہتے ہیں کہ ابھی تو یہ کھلی بھی نہیں۔ اور اگر وہی پھول کھل جائے، یعنی کہ پتیاں اپنے رنگ بکھیرتی ہوئی باہر نکل آئیں تو تتلیوں سے لے کر انسانوں اور کیا وحشی جانور، ہر کوئی پکڑ کر کھینچ کر توڑ دیتا ہے، کیونکہ سب کو ہی پسند آتی ہیں۔ اور

پھر جب حاصل ہو جائیں تو ہاتھوں سے مسل کر توڑ دیا جاتا ہے۔ باقی آپ خود ہی ذمہ دار ہیں، سمجھدار لڑکیاں نا تو فیشن کر کے باہر نکلتی ہیں اور نہ بے حیائی والے کام پھیلاتی ہیں۔ باقی، مرد کی کوئی بھی عورت برابری نہیں کر سکتی۔ مقابلہ آپ کرنا بھی چاہیں تو جیتنا تو دور کی بات، برابری بھی نہیں کر سکتی۔ یہ بات نہیں ہے کہ عورت مضبوط نہیں ہوتی، ہوتی ہے، مگر مرد کے مقابلے میں کم ہی ہوتی ہے، اسی لیے اسلام مرد کو عورت کا محافظ کہتا ہے۔ آپ کبھی یہ نہ کہیں کہ "میں تمہارا مقابلہ کروں گی" نہیں، کبھی نہیں۔ ہم نے ان سے اوپر نہیں جانا، ہم نے خود اپنی الگ ویلیو بنانی ہے، اپنی الگ پہچان بنانی ہے، ان کی حفاظت میں ہی خود کو رکھتے ہوئے، جیسے اپنے والد، بھائی، اور اگر شادی شدہ ہیں تو شوہر۔ یہ آپ کے محافظ ہیں، اور اگر آپ والدہ ہیں تو آپ کا بیٹا، چار محافظ، ایک عورت کے لیے۔ یہاں سے ہی سوچیں، اللہ نے عورت کی حفاظت کے لیے ہی تو اسے ان چار محافظوں اور عظیم رشتوں سے نوازا ہے، نا؟ بے شک عقل والوں اور سمجھ رکھنے والوں کے لیے بہت سے اشارے موجود ہیں۔ اور کوشش کریں کہ وہ پہچان آپ ایک عورت بن کر ہی بنائیں، نہ کہ مردوں کو

ان کی نظر میں گرانے کی خاطر۔ اور جو لڑکیاں خود مرد سے اوپر مانتی ہیں، وہ بے وقوف ہوتی ہیں، دراصل بس اور کچھ نہیں۔

زندگی کے رنگ

محسوس یوں ہوتا ہے کہ سب کچھ بے رنگ ہے، تو چلو اٹھو اور رنگ بھر دو اپنی زندگی میں۔ کبھی ایسا لگتا ہے کہ خوشیاں نہیں نصیب میں، تو چلو اپنا راستہ خود چنو۔ یہ اب تمہاری مرضی ہے کہ اب تمہیں خوشیوں کا راستہ اختیار کرنا ہے یا غموں کا۔ مانا کہ بہت دکھ ملے تمہیں، پر اگر تم خود چاہو تو یہ دکھ بھی اپنی زندگی سے نکال کر باہر پھینک سکتے ہو۔ یہ زندگی ایک بار ہی ملتی ہے، روز روز نہیں ملتی۔ اور ہاں، یہ جان لو کہ تمہیں کوئی نہیں خوش کر سکتا، کوئی رنگ، کوئی خوشبو، کوئی ساتھی، جب تک تم خود اس کے ساتھ خوشی محسوس نہ کرو۔ اپنے آپ سے پیار کرو، خود میں اتنی جرات اور تسکین پیدا کرو کہ تمہارے خود کے ہوتے ہوئے تمہیں کسی اور کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ کوئی نہیں آئے گا تمہیں اٹھانے، تمہیں خود ہی اٹھنا پڑے گا، اللہ رب العزت کی مدد سے۔ وہ ہی سب سے بڑا اور سب سے بہترین حامی و ناصر ہے، تمہارا۔ اس جیسا کوئی نہیں، وہ جہانوں کا رب ہے، وہ بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ اس کی عظمت اور

بزرگی بے مثال ہے، وہ واحد ہے، وہ سچا مالک ہے، وہ اللہ ہے، وہ اللہ ہے۔ یہ زندگی تو اس کی عطا ہے، ہم فقط یہاں اپنا فریضہ سرانجام دینے آئے ہیں۔ بھلے کے ساتھ بھلا اور برے کے ساتھ بھی بھلا۔ اگر بھلائی وہ لینا چاہے ہم سے، تو برا کر کے بھی ہمارے ساتھ، تو اللہ کہتا ہے قرآن میں، "بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"۔

وہاں پر بھی چپ کر جائیں، صبر کریں۔ اللہ آپ کو آپ کی اس نیکی کا صلہ دے گا۔ اگر کوئی برائی کرتا ہے، غیبت کرتا ہے آپ کی، بیٹھ پیچھے تو آپ کا تو کچھ نہیں جا رہا نا؟ اعمال تو اگلا شخص اپنے خراب کر رہا ہے نا، خود اپنے ہاتھوں سے، ہاتھوں کا مطلب اس کی اپنی زبان ہے۔ وہ گھڑا کھود رہا ہے اپنے ہی بیلچے سے اپنے لیے۔ آپ نیکی اور بھلائی کو پھیلائیں، دلوں میں جو موجود ایک

کیتے کا رنگ ہے، ایک حسد کا چہرہ ہے۔ پھر کہیں پر منافقت کے دو منہ ہیں، کہیں سانپ آستینوں میں چھپا، غیبت کا بیج بو رہا ہے۔ کیا یہ آپ کے ساتھ قبر میں جائیں گے؟ کیا یہ عذاب کی صورت میں ڈسیں گے؟ کیا

یہ آپ کی شکل اور حالت کو بگاڑنے کا سبب بن سکتے ہیں؟ یا گرگٹ کی طرح اس کے منہ کچھ اور اور اس کے منہ کچھ۔ منافقت کا لنگوٹا اوڑھے بدی کے ایک گھر سے نکل کر دوسرے میں اپنے پاؤں پھنسانے کا سبب بن رہے ہیں، یا پھر کھائی میں منہ کے بل جا کر گرنے کے۔ یہ یاد رکھیں، عذاب دوہرا ہوگا۔ یہاں مکافات کی چکی پستی ہے اور وہاں انجام ہاتھوں میں تھما دیے جاتے ہیں۔ اب آپ فیل ہیں، تو آپ کو دونوں جہانوں میں منہ دکھانا ہے، اور وہ منہ کس منہ سے دکھانا ہے، یہ بھی آپ نے سوچنا ہے۔ وہاں تو گرگٹ کی شکل میں رنگ بدلنا کام نہیں آئے گا۔ آپ نہ نیولا بن کر کہیں چھپ سکیں گے، نہ وہاں آپ کی سانپ کی شکل جیسی چالیں اور سازشیں کامیاب ہوں گی۔ وہاں معاملہ یہاں سے بھی کافی سخت ہوگا۔ تکلیف کسی کو سوچ سمجھ کر دیں، اور بدلے میں پھر اپنی باری کا انتظار ضرور کریں، کیونکہ جب خود پر پڑتی ہے تو انسان کو بس اپنی تکلیف نظر آتی ہے۔ دوسروں کے ساتھ کیا ہوا دھوکہ اور زیادتیوں کو وہ بھول جاتا ہے۔ یاد رکھیں، دنیا مکافات عمل ہے۔ جس نے جیسا بویا ہے، وہ ویسا ہی

کاٹے گا۔ اور اس بات سے ڈریں کہ اگر کوئی کہتا ہے کہ اب میں نے صبر کر لیا ہے، کیونکہ مکافات نہ صرف آپ کی بنیادیں ہلا دیتا ہے، بلکہ جڑیں بھی اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔

حرفِ آخر

الحمدللہ رب العالمین! یہ سفر آسان نہیں تھا۔ یا اللہ تیرا اربوں مرتبہ شکر کہ یہ کتاب پایہ تکمیل کو پہنچی۔ اگر کسی کا سوچنے کا نظریہ الگ ہو تو دنیا اسے غلط کہنا شروع کر دیتی ہے جبکہ اس شخص کا اپنا کوئی قصور نہیں ہوتا۔ جلد یا بدیر اسے اپنے جیسا کوئی شخص ضرور مل جاتا ہے۔ لیکن یہ یاد رکھیں کہ الگ نظریہ رکھنے والا ہر بار غلط نہیں ہوتا ممکن ہے کہ وہ ایک مصنف ہو، وہی جو ہر چیز کا جائزہ لے کر بات کرنے والا ہو اور بہت حد تک ممکن ہے کہ وہی درست ہو۔ پھر مصنف تو اگر دوسرے مذہب کا بھی ہو تو حتیٰ کہ اس کے الفاظ بھی لوگ بہت دھیان سے پڑھتے ہیں۔ تو بلاوجہ ایک دم کسی کو غلط کہہ دینا پھر چاہے آپ سوشل پلیٹ فارمز پر ہی کیوں نہ ایسا کریں یہ جاہلیت ہے۔ لہٰذا آپ کو اگر کسی بات کی سمجھ ہی نہیں آئی تو آپ اسے ایک دم غلط قرار نہیں دے سکتے کیونکہ آپ کی

سمجھ میں ہی ایک چیز نہیں آرہی تو اس میں اگلے شخص کی بھلا کیا خطا۔ یہ کتاب پردے کے پار کی ہی کچھ حقیقتوں سے آشنا کرواتی ہے۔ ہمارے معاشرے میں الگ کو غلط سمجھا جاتا ہے جبکہ الگ صرف الگ ہے، غلط ہے یا صحیح یہ تو بعد میں ہی فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ مگر الگ کو سیدھا غلط قرار دینے جیسی بہت سی خرابیاں آپ کو پردے کے پار میں بھی یقیناً پڑھنے کو ملی ہوں گی۔ اگر یہ کتاب آپ کو سوچنے، سمجھنے اور عمل کرنے پر مجبور کرتی ہے تو میرا مقصد پورا ہوا۔ آخر میں میں دعا گو ہوں کہ اللہ ہم سب کو راہِ ہدایت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام: سویرا عارف مغل

پردے کے پار
وہ ہر پل سکون کی تلاش میں ہوتا ہے کہ کہیں سے تو مجھے سکون مل جائے۔ اس کا زخموں سے
برا حال ہو چکا ہوتا ہے اور ہر زخم خون سے لت پت دکھائی دیتا ہے۔ وہ خون اسے نچوڑ کر رکھ
دیتا ہے تب اس کا دل بس پھٹ جانا چاہتا ہے۔ زخم بھی پھر ناسور بنتے جا رہے ہوتے ہیں۔
یہ وہ گھاؤ ہوتے ہیں کبھی نہ بھرنے والے ہیں۔ لوگوں کے دیے گئے نشتر اور اس کی ننھی سی
جان اس قابل نہیں ہوتی کہ زمانے کی رنجشیں اب مزید سہے یا ٹھوکریں کھائے یا پھر اپنے درد
کو سمیٹ کر آنکھ سے بنا آنسو جاری کیے اپنی منزل کی جانب گامزن رہے۔ کیونکہ اسے تلاش
ہے سکون کی، وہ سکون جو اسے نہ جینے دیتا ہے اور نہ مرنے دیتا ہے۔
Decipher
Decipher Publishers